رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مسلم مشنری

مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۵)	بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹ ۱۹ء	نمبر ۴

فہرست مضامین

شذرات	۱۴۵	دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	۱۶۹
قبول اسلام	۱۴۷	سُنّی و شیعہ	۱۷۷
کتاب مبین کا انگریزی ترجمہ	۱۴۸	کفارہ فی الاسلام اور کفارہ فی المسیحیت	۱۸۶
اسوہ حسنہ	۱۵۱	ہمارا اہم فرض	۱۹۱
بعثت نبوی سے قبل عرب و دنیا کی حالت	۱۵۳	جواہر بے بہا؛ حدیث نبوی کا اقتباس	۱۹۲

اسلامیہ سٹیم پریس دروازہ لاہور میں حافظ ظفر الدین کی اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ضروری اعلان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی تین عدیم النظیر تصنیفات

بالکل مفت

(۱) مروارید ثلاثہ - دو روپے (عـہ) (۲) خطبات غربیہ مکمل سٹ اکروپیہ (عـہ/)

لمعات انوار محمدیہ قیمت چھ آنے (۶/)

(۱) جو احباب چھ جدید خریدار رسالہ اشاعت اسلام کے فراہم فرما کر مینیجر رسالہ ہذا کے نام مبلغ ۱۸ زر النقد قیمت سالانہ رسالہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائیں اُن کی خدمت میں ایک بلا جلد مروارید ثلاثہ مُفت ارسال خدمت ہوگی +

(۲) جو احباب تین جدید خریدار رسالہ اشاعت اسلام کے فراہم فرما کر قیمت سالانہ ہر سہ خریداران مبلغ لعہ دفتر ہذا میں بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائیں ان کی خدمت میں ایک مکمل سٹ خطبات غربیہ بلا جلد کا مفت ارسال خدمت ہوگا +

(۳) جو احباب ایک جدید خریدار رسالہ ہذا فرما کر اس کا سالانہ چندہ مبلغ ے دفتر ہذا میں ارسال فرمائیں - ان کی خدمت میں ایک لمعات انوار محمدیہ بلا جلد ارسال ہوگا +

محصول ڈاک بذمہ دفتر ہذا ہوگا +

المشتہر

خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء نمبر (۴)

شذرات

لندن سے ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء کا حضرت خواجہ صاحب کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ آپ صحت کی مخدوش حالت کی وجہ سے طبی مشورہ کے ماتحت عنقریب ہندوستان واپس تشریف لاوینگے اور آپ کی قائمقامی کیلئے چند جان نثاران اسلام اس احسن اسلامی خدمت کو انجام دینے کیلئے لاہور سے عازم ووکنگ ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت خواجہ صاحب کو بخیریت ہندوستان پہنچائے۔ اور ہمارے مجاہدین عازمان ووکنگ کو حفظ امن کے ساتھ ووکنگ پہنچائے آمین ثم آمین

گو حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت علیل ہے لیکن اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ تبلیغی جدوجہد میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہیں ہوئی لندن مسلم نماز گاہ اور مسجد ووکنگ میں تقاریر کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے۔ اور ہمارے نومسلم برادران بڑے جوش و خروش سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ہمارے فاضل اجل نومسلم برادر جناب مسٹر مارماڈیوک پکتھال صاحب نے حال ہی میں ایک نرالے اور اہم مضمون "مذہب اور جنگ" کا سلسلہ لیکچر شروع فرمایا ہوا ہے۔ آپ نے

اِس مضمون کو مختلف حصص میں تقسیم فرمایا ہے۔ تاکہ مضمون کے ہر ایک پہلو پر مفصل اور مکمل روشنی ڈالی جا سکے۔ اور ہر ایک حصہ کو بڑے قابلانہ پیرایہ میں ادا فرماتے ہیں +

گذشتہ نمبروں میں لندن نماز گاہ کے اجلاسوں کا پروگرام ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء تک شائع کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں اس پروگرام کو ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے جو ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کے بعد لندن مسلم نماز گاہ میں منعقد ہوئے +

۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء "دونوں مذاہب کے مطامح نظر"۔

۲۔ فروری ۱۹۱۹ء "جنگ یورپ کا مذہب"۔

۹۔ فروری ۱۹۱۹ء "غزواتِ نبوی"۔

۱۶۔ فروری ۱۹۱۹ء "جہاد"۔

۲۳۔ فروری ۱۹۱۹ء کو جناب مسٹر ڈوڈلے رایٹ صاحب نومسلم نے "قربانی کے اصولوں" پر لیکچر فرمایا۔

۲۔ مارچ ۱۹۱۹ء "قانون زندگی"۔

مندرجہ بالا پروگرام کے مقرران زیادہ تر ہمارے نومسلم برادران اسلام ہی ہیں جن کے معاً حلقہ بگوشِ اسلام ہونے پر اسلام کی محبت اُن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور جن کے پہلو میں اسلام کا درد۔ احساس عشق جذبہ و تڑپ ہے۔ اور جس جذبہ کو لئے ہوئے وہ ہر وقت تبلیغی جدوجہد میں اپنے ہموطنوں کیلئے دل و جان سے مساعی ہیں۔ اور جو اسبات کے دلی متمنی ہیں۔ کہ اُن کے ہموطن بھائی بھی ظلمت کدۂ تثلیث سے مخلصی پا کر اسلام جیسے معقول اور فطرتی مذہب سے بہرہ اندوز ہو کر اطمینان قلب حاصل کریں +

گذشتہ نمبر میں مولود النبی صلعم کا اجمالی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ ہمارے پاس ووکنگ ہیڈ آفس سے اس مبارک تقریب کی پوری تفصیل موصول ہوئی ہے جسمیں ان سب معزز و فاضل مقرران کی تقاریر درج ہیں۔ جنہوں نے اپنے گرامی جواہر ریزوں سے اس مبارک و سعید تقریب کو مزین کیا

عدم گنجائش کی وجہ سے مفصل روئداد اس رسالہ میں نہیں دی جاسکتی۔ انشاء اللہ تعالےٰ مئی سنہ ۱۹۱۹ء کے رسالہ میں درج کی جاویگی +

مسجد ووکنگ میں ہر اتوار کو بعد از دوپہر لیکچروں کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور اس خدمت کو جناب مسٹر عبدالقیوم صاحب ملک اور جناب مسٹر ایس سلیمان صاحب نومسلم سرانجام فرماتے ہیں +

حال ہی میں ایک ضروری تحریک اخبارات میں گشت لگاتی ہوئی ہماری نظروں سے گذری ہے جسے پڑھ کر از حد مسرت ہوئی۔ اور جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ آسام کی پہاڑی اقوام میں اشاعت اسلام کیجائے۔ لائق مضمون نگار نے ان پہاڑی اقوام کے حالات بھی مختصراً لکھے ہیں۔ اور فاضل مضمون نویس اپیل امداد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "کہ آپ کو بھی اگر موجودہ مسلمان قوم میں نئی زندگی پیدا کرنا ہے تو اسکی ایک صورت وہ ہے۔ جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اختیار کی ہے۔ کہ اعلےٰ۔ زندہ و متمدن اقوام کو دائرہ اسلام میں لایا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے۔ کہ جفاکش محنت کوش۔ اخلاقی قوت سے پیراستہ پہاڑی قوموں کو دائرہ میں لاکر ایک نسل جدید سے تلافی مافات کی جائے" +

اشاعت اسلام - ہمیں اس تجویز سے دلی ہمدردی ہے۔ بشرطیکہ یہ احسن اسلامی تحریک زبان قال تک ہی محدود نہ رہے بلکہ عملی جامہ پہن لے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ ہمارے مسلم برادران میں اشاعت اسلام کا احساس پیدا ہو گیا ہے +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

قبولِ اسلام

ناظرین رسالہ ہذا کے لئے یہ مژدہ جانفزا نہایت ہی مسرت آمیز ہوگا۔ کہ پچھلی رپورٹ

کے بعد ایک اور معزز خاتون نے جن کو کہ مسلم ممالک سے مدت مدید سے گہری دلچسپی تھی۔
مسلم مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں + اللھم زد فزد +

کتاب مبین کا انگریزی ترجمہ

ایک زرین و کامیاب کوشش

تین چار سال پیشتر ان کالموں میں تراجم قرآن کا ذکر کیا گیا تھا۔ جو مختلف ازمنہ میں دُنیا کی مختلف زبانوں میں کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں اُن تراجم کا بھی حوالہ دیا گیا تھا جو خود مسلمانوں نے علاوہ مشرقی زبانوں کے عربی اور بالخصوص انگریزی زبان میں کئے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر محمد عبد الحکیم خان نے ایک انگریزی ترجمہ انگلستان میں چھپوایا تھا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں اصغر اینڈ کمپنی الہ آباد نے عربی متن معہ انگریزی ترجمہ کے شائع کیا۔ یہ ترجمہ مرزا ابوالفضل نے کیا تھا۔ اور اسکی بڑی تعریف یہ ہے کہ اسکی تعریف پادری زویمر نے کی ہے۔ جن کی ایک تالیف "اسلامیہ مذہب کو چیلنج" حال ہی میں ہندوستان میں ضبط کی گئی ہے +

قرآن کریم کا ایک انگریزی ترجمہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کی تحریک سے نواب عماد الملک بہادر نے شروع کیا تھا لیکن یہ ترجمہ تکمیل پذیر نہیں ہوا۔ ایک انگریزی ترجمہ انجمن ترقی اسلام قادیان نے سنہ ۱۹۱۵ء میں علیحدہ علیحدہ پاروں میں شائع کیا تھا۔ اسمیں اصل عربی متن صفحہ کے بالائی حصہ میں دیا گیا ہے۔ اور ترجمہ و تفسیر زیرین حصہ میں دیئے گئے ہیں ترجمہ و تفسیر دونوں عمدہ ہیں مگر فرقہ بندی کی رُوح جابجا نمایاں ہے +

ان سب سے زیادہ مکمل وہ انگریزی ترجمہ ہے جو مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ظاہری اور معنوی خوبیوں سے لبریز ہے۔ اس کی مراکشی چمڑے کی سیاہی مائل جلد بندی اور پائداری کے دوگونہ

اوصاف رکھتی ہی۔ اپنے زرین طغرا کے نہایت دلفریب معلوم ہوتی ہی۔ خود متن ترجمہ اور تفسیر اعلےٰ پایہ کے انڈیا پیپر پر شائع ہوئی ہے۔ انڈیا پیپر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہلکا مہین سفید اور مضبوط ہوتا ہے۔ اور اگر کاغذ کسی تحریر سے مزین ہونے کا حق رکھتا ہی۔ تو وہ خدا کے پاک کلام کی تحریر ہے انڈیا پیپر پر کلام اللہ کا نقش دیکھنے والے کے دل میں روحانیت کا غیر معمولی جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور انسانی فطرت اس کے حسن سے مسحور ہو کر سر بسجود ہونے پر مجبور ہو جاتی ہے یہ حالت ہم پر طاری ہوئی جب ہم نے نسخہ زیر نظر کی تلاوت شروع کی۔ یہ نہیں کہ روحانیت کا جذبہ حسن ظاہری کا محتاج ہی لیکن کیا اسمیں شک ہے کہ حسن ظاہری حسن معنوی میں چار چاند لگا دیتا ہے +

پڑھنے والے کی نظر ان ظاہری اوصاف سے گذر کر سب سے پہلے ترتیب مطالب پر پڑتی ہے مقدمہ جو ۹۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے دو حصوں میں منقسم ہی (۱) تعلیمات قرآن کا معناد (ب) جمع و ترتیب قرآن۔ اِن مطالب کی تشریح و توضیح میں فاضل مترجم نے تعلیمات قرآن کو گویا دریا بکوزہ کر دیا ہے۔ ہماری یہ رائے ہے۔ اور اسمیں کسی قسم کی عقیدتمندی کو مطلق دخل نہیں ہی کہ اگر غیر مذاہب کے لوگ ان صفحات کو تعصب کی آلائشوں سے پاک ہوکر پڑھیں اور دیدۂ دل سے پڑھیں تو مذہبی دنیا کے خیالات میں بہت کچھ تغیر واقع ہو جائے +

تشریح طلب الفاظ کی فہرست۔ اور فہرست مطالب بہ ترتیب حروف تہجی نے قرآن کے مطالب تک رسائی کو بالکل آسان بنا دیا ہے۔ ہر سورہ کے شروع میں تمہیدی نوٹ دیئے گئے ہیں۔ ہر سورہ کے بالمقابل انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ اور ذیلی حواشی میں اُن کی تفسیر دی گئی ہی۔ ان سب کی ترتیب قابل تعریف ہے۔ ترجمہ کو ہم نے جا بجا بنظر امعان دیکھا ہے۔ اور اس پر کامل غور کے بعد ہمیں یہ کہنے میں تامل نہیں ہی۔ کہ اسکی سادگی۔ سلاست روانی اور صحت قابل رشک ہی تفسیر کو حیرت انگیز بے طرفداری کے ساتھ فرقہ بندی کی الجھنوں سے پاک رکھ کر عام اور مستند اسلامی خیالات کو اسمیں فراہم کیا گیا ہی۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینے میں جدید آلاتِ مدافعت سے کام لیکر صواب اندیشی و مصلحت بینی کا ثبوت دیا گیا ہے +

اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا۔ تو ہم کہتے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے اس کے ترجمہ و اشاعت

میں کسی پر احسان کیا ہے۔ لیکن موجودہ صورت میں ہم کہیں گے کہ انھوں نے ایسا عمدہ ترجمہ اور ایسی نفیس تفسیر انگریزی زبان میں شائع کر کے محض اپنا فرض ادا کیا ہے جو بحیثیت ایک قابل و فہمیدہ مسلمان ہونے کے اُن کے ذمہ تھا۔ یہ ترجمہ کئی اعتبارات سے خاص اہمیت رکھتا ہے (ا) قرآن کریم کے بیشمار مسیحی تراجم کی موجودگی میں جن سے اکثر حالتوں میں دین الفطرۃ کی صورت کو مسخ کر کے دُنیا کے رُوبرو پیش کرنا مقصود تھا ایک مستند انگریزی ترجمہ کی جو ضرورت مدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اُس کو اس ترجمہ نے پورا کر دیا ہے۔ اور شائد آئندہ کے لئے اُس نے غلط تراجم کا ایک بڑی حد تک سدّ باب بھی کر دیا ہے (ب) ترجمہ اور تفسیر ایک ایسی شاندار اور لطیف صورت میں پیش کئے گئے ہیں۔ کہ وہ نوجوان جو اپنا متاع دین و ایمان تہذیب مغرب کے ہاتھوں برباد کر چکے ہیں۔ اور جو مذہبی کُتب کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ اس کو ذوق و شوق سے پڑھیں گے۔ اور اس سے یقینی طور پر مستفید ہونگے (ج) اس میں مطالب کی تشریح معقول و مدلل پیرایہ میں کی گئی ہے۔ اور گو بعض خیالات کو ایک نامسلم ناظر فاضل مؤلف کی عقیدت شعاری پر محمول کرے گا۔ تاہم اُن کا طریق استدلال اور اُن کی تحقیق پسندی مخالفوں سے بھی خراج تحسین و اعتراف وصول کئے بغیر نہ رہیگی +

مولوی محمد علی صاحب نے یہ ترجمہ و تفسیر شائع کر کے بلاد غربیہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے امکانات کو وسیع کر دیا ہے۔ ہم اُس اعزاز و شرف کی جو مولوی صاحب نے خدا کے مقدس کلام کی نورانی شعاعیں سرزمین مادیات میں پھیلانے کی اُن زرّین کوششوں سے حاصل کیا ہے۔ تہ دل سے قدر کرتے اور ان کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔

(از وکیل امرتسر)

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ معہ متن و تفسیر

از حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

قیمت درجہ اول لـ ۲۱ روپے درجہ دوم ۱۶ روپے معہ محصول ڈاک

مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو۔ عزیز منزل نولکھا۔ لاہور

اُسوۂ حسنہ

(رقم زدۂ جناب غلام مصطفےٰ خان صاحب بی۔اے)

انسان نمونہ کا متلاشی ہے۔ اور اسی نمونہ کی محبت کی وجہ سے مختلف مذاہب نے اپنے اپنے ہاں نمونے بنا رکھے ہیں نصرانی جناب مسیح کو نسل انسانی کا مکمل نمونہ سمجھتے ہیں۔ بدھ مذہب والوں کا ادعا ہے کہ جناب بدھ ہی تمام نسل انسانی کا صرف نمونہ ہیں لیکن ان گوناگوں مذاہب کے شارحین سب کے سب ہی نمونہ کے لوازم سے قطعی ناآشنا ہیں +

یہ ایک بیّن امر ہے کہ ہمارا نمونہ ایک انسان ہی ہونا چاہئیے نہ کہ خدا۔ کیونکہ انسان صرف اپنے ہمجنس کی ہی پیروی کر سکتا ہے۔ اور اُس سے اس قسم کے جوہر ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ جو کہ اسکی فطرت میں مرکوز نہیں ہیں پس اگر جناب مسیح خدا تھے۔ تو انکی الوہیت ہی اُن کے نمونہ ہونے کی منافی ہے +

ایک رقیق القلب انسان اس بات پر بمشکل یقین کر سکتا ہے۔ کہ رحیم اور کریم خداوند تعالیٰ یہ پسند کرے کہ اسکی مخلوق سے بعض خوارق العادت افعال سرزد ہوں۔ اگر کوئی ممتحن مشکل پرچہ سوالات بنائے۔ تو اسے بیرحم قصاب کہا جاتا ہے۔ جس کا منشا عام کشت و خون کا ہوتا ہے لیکن کیا کوئی شخص بھی اس لقب کا مصداق خداوند کو (جو ہمہ تن محبت ہی محبت ہے) ٹھیرانے کی جرأت کریگا۔ جو اس بات کا متمنی ہے کہ ذہنی مخلوق اسکے آبائی فرزند کی پیروی کرے +

ان امورات کے علاوہ جو کہ جناب مسیح کے نمونہ ہونے کے منافی ہیں بعض خوبیات اور بھی ہیں جو ایک نمونہ کا جزو لاینفک ہونی چاہئیے۔ اور جو کہ دُنیا کے بیشمار نام نہاد نمونوں میں بالکل مفقود ہیں +

آؤ اب ذرا ہم غور کریں کہ ایسے نمونہ میں کونسی نمایاں خصوصیات ہیں جو کہ تمام زمانوں اور ممالک کی نسل انسانی کی ہدایت کا ادعا کرتا ہے۔ بظاہر انسانیت کا نمونہ ایک ایسا شخص ہونا چاہئیے جس نے زندگی کے مختلف مراحل طے کئے ہوں۔ اور بالآخر مختلف حالات اور مدارج میں بنی نوع کے لئے ایک کامل نمونہ پیش کر سکے۔ ایک انسان جس کی تمام زندگی حکومت اور مرفع الحالی میں گذری ہو۔ اسکے لئے جو مصائب و آلام میں گرفتار رہے اپنی ذات سے کوئی نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ شخص جس نے عاجزانہ غریبانہ زندگی بسر کی ہو۔ ایک متمول و صاحب اختیار کیلئے اپنے اندر کوئی نمونہ نہیں رکھتا + بہرحال نمونہ ایک تاریخی شخصیت ہونی چاہئیے۔ جس کی زندگی کا مکمل اور مستند مجموعہ نسلوں کی ہدایت کے لئے محفوظ ہو۔ اور یہی وہ لوازم ہیں۔ جن کا ایک نمونہ مم

مم نہ تو تاریخی ہستی ہے۔ اور نہ ہی صاحب ثروت اور طاقت کے لئے ہی خضر راہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ جناب مسیح کے قلیل حالات

مم کی ذات کے اندر ہونا ضروری ہے آپ ذرا ان لوازم کی کسوٹی پر مختلف مذاہب کے ادعائی نمونوں کو پرکھتے ہیں عیسائیت اس آزمائش میں پوری نہیں اُترتی کیونکہ اس کا نمونہ مم

زندگی جو ہم تک پہنچے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک غیر مبالغہ اور گمنام زندگی بسر کی جناب بدھ کی زندگی بھی دھندلی سی ہی ہے۔ اور رازوں اور معموں میں ہی پنہاں ہے۔ اور تقریباً ایسی ہی حالت دنیا کے مختلف مذاہب کے معزز معلمان مذہب کی ہے۔ لیکن ملک عرب کے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ فداہ ابی وامی صلے اللہ علیہ وسلم ہی صرف ایسا نمونہ ہیں جو جمیع اوصاف کاملہ سے متصف ہیں جو کہ ایک نمونہ کیلئے لازم ولابد ہیں۔ اور آپ کی ذات والا صفات مندرجہ بالا تمام شرائط کو جو کسی نمونہ کیلئے ضروری ہیں اپنے اندر لئے ہوئی ہے۔ آپ مسلمہ طور پر تاریخی انسان ہیں۔ اور مذہب اسلام ایک تاریخی مذہب ہے۔ آپنے زندگی کے مختلف مراحل طے کئے ۔ آپ نے یتیمی کے گہوارے عہد سے لے کر ایک زبردست تاجدار کی حیثیت میں تخت حکومت پر متمکن ہونے تک تمام کے تمام مراحل زندگی طے کئے +

علاوہ اس دنیوی جاہ و حشم طاقت و جبروت کے جو زندگی بھر آنحضرت صلعم کو نصیب ہوئی آپنے محض اپنے اعلیٰ اخلاق و سیرت سے لوگوں کے دلوں میں ایک ابدی بادشاہت قائم کرلی ہے حضرت نبی کریم صلعم کے حالات زندگی نہایت ہی دلکش ہیں جسمیں کہ مختلف مدارج و حیثیتوں کے لوگوں کیلئے گوناگوں اسباق موجود ہیں۔ اگرچہ آپ پچیس برس کے کتخدا تھے لیکن ساتھ ہی آپ پرلے درجے کے باعصمت اور عفیف بھی تھے آپ تاجر تھے۔ اور کاروبار میں ہمیشہ راستبازی و دیانتداری کرتے تھے آپنے چالیس برس کی عمر میں ایک بیوہ سے شادی کی۔ اور اس وقت آپ کی عمر پچیس سال کی تھی باوجودیکہ آپ اور آپ کی بیوی کی عمر میں بہت تفاوت تھا لیکن پھر بھی آپ ایک چاہنے خاوند تھے باپ ہونے کی حیثیت میں بھی آپ اپنے بچوں کے ساتھ اسقدر شفقت و محبت رکھتے تھے . . . . کہ نماز پڑھتے وقت انہیں کندھوں پر بٹھا لیا کرتے۔ مردانگی کی شدید سے شدید اوصاف میں بھی آپ بہادر سپہ سالار تھے۔ اور افواج کی بیکے تنہا راہنمونی کرتے تھے آپ عمدہ شہسوار کامل سپہ سالار مکمل مقنن اور منصف جج تھے +

آنحضرت صلعم کی زندگی کے روزمرہ کے حالات ہم تک نہایت ہی صحت اور حفاظت کے ساتھ محفوظ پہنچے ہیں یہانتک کہ ان نازک تعلقات کی روایات بھی ہم تک پہنچی ہیں۔ جو آپکے اپنی ازواج مطہرات سے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں سے کوئی بھی ایک ایسا واقعہ نہیں۔ جو آپ کی روشن و درخشندہ سیرت پر دھبہ لگا سکے +

چال چلن کی سب سے بڑھ کر منصف بی بی ہوتی ہے کیونکہ اسے اپنے خاوند کے تمام حُسن و قُبح عمدگی و نقائص اور مخفی سے مخفی حالات کی خبر ہوتی ہے آپ کی ازواج مطہرات کو آپ کی صداقت پر اسقدر قوی ایمان تھا۔ کہ آپ کی وفات کے بعد ہر ایک مرنے کی متمنی تھی۔ تاکہ اُخروی دنیا میں آپ کی فیض رساں صحبت سے مستفیض ہوں +

عالم النسوان میں ایسا انقلاب اسبات کا بین ثبوت ہے کہ آنحضرت صلعم میں ایک زبردست قدسی طاقت تھی جو اپنے تعلقہ داروں کو

[illegible]

بعثت نبوی سے قبل اور بعد دنیا کی حالت

(بہ تسلسل صفحہ ۴۶۷ جلد ۴ نمبر ۱۰)

(یعنی وہ لکچر جو جناب عبد الخالق اسمعیل بے صاحب نے مسلم لٹریری سوسائٹی لندن کے سامنے پڑھا)

شمالی افریقہ اب حکومت اسلامیہ کے تسلط میں آ گیا تھا۔ ہسپانوی یہودیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ کہ اسلامی حکومت کے ماتحت ان کے ہم مذہبوں کو کسقدر آزادی اور فارغ البالی حاصل ہے۔ شمالی افریقہ کے یہودیوں کو تھوڑے سے ٹیکس کے معاوضہ میں وہ حقوق اور مراعات حاصل تھیں جو کسی دوسری حکومت میں ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی تھیں +

اس زمانہ کے مسلمانوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ ایسی رواداری کا برتاؤ رکھا ہوا تھا جس کی نظیر اس بیسویں صدی میں بھی جس کو اپنی تہذیب و تمدن پر اتنا ناز ہے۔ کوئی مذہبی جماعت پیش نہیں کر سکتی۔ لہذا اس امر کی وجہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ کیوں ہسپانوی عیسائی اور یہودی "آسمانی نجات دہندوں" کی (جیسا کہ مسلمانوں کو اس زمانے میں کہا جاتا تھا) امداد طلب کرنے کے لئے شمالی افریقہ کو بھاگے آئے +

ہسپانیہ زیر حکومت اسلامیہ

جب مسلمان ملک کو آزاد کرنے کے لئے بڑھے۔ تو ہسپانیہ میں ہر جگہ کلیسیا اور طبقۂ شرفائے میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے کے لئے فوجیں مرتب کیں۔ لیکن چند لڑائیوں کے بعد ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ عساکر اسلامی کی روش دیگر فاتحین سے بالکل مختلف ہوتی تھی وہ تمام غیر متخاصمین کی جان و مال کی حفاظت کا اعلان کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ اعلان لفظ بہ لفظ پورا کیا جاتا تھا۔ اس طرح ان ہسپانوی لوگوں کا جنہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا کچھ بھی نقصان نہ ہؤا +

اصلاحات فوراً شروع ہو گئیں۔ جج۔ گورنر مقررہ اور معقول ٹیکسوں سے ٹیکس جمع

کرنیوالے اور دیگر افسر ہسپانوی لوگوں نے خود اپنے میں سے انتخاب کئے۔ عورتیں۔ بچے۔ راہب اور دیگر معذور لوگ ٹیکس سے مستثنیٰ ہوتے تھے جائداد کا حق انتقال دیا گیا جہاں کہیں بھی کوئی مسلمان تھا رواداری اور انصاف کا وہاں دور دورہ ہوتا تھا۔ بلکہ ان پادریوں کو بھی جو مسلمانوں سے لڑ چکے تھے کوئی وجہ شکایت نہ تھی۔ ہزیمت خوردہ پادری اور شرفا شمال کی طرف بھاگ گئے۔ اراضی وغیرہ جو وہ ترک کر گئے براہِ راست اسلامی حکومت کے تحت آگئی۔ ان اراضی پر غلاموں اور مزارعوں کی معقول تعداد ہوتی تھی۔ ان کی قسمت کھل گئی۔ اور وہ لوگ جو مدت دراز سے ظلم اور بے رحمی کے نیچے دبے جاتے تھے اُن کی زندگی نے ایک نیا ورق اُلٹا۔ مسلمان غلاموں اور مزارعوں کو ایک جماعت یعنی زراعت پیشہ شمار کرتے تھے۔ وہ زمین کی کاشت کرتے تھے۔ اور فصل کا تیسرا حصہ سرکار میں ادا کرتے تھے۔ جس کے عوض میں اسلامی حکومت ان کو انصاف دینے اور امن قائم رکھنے کا ذمہ لیتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک تمدنی جمہوری انقلاب شروع ہو گیا۔ پادریوں اور رئیسوں کے اقتدار کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا۔ ان کی متروکہ اراضی لوگوں میں تقسیم ہوئی۔ اس طرح کاشتکارانہ ملکیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ غلاموں اور مزارعین کے لئے اتنا کافی تھا کہ اپنے عیسائی مالکوں سے بھاگ کر کسی نزدیک کے اسلامی علاقے میں چلے جائیں۔ اور وہاں اسلام کے حلقہ میں داخل ہو جائیں۔ پس وہ فوراً ایک وسیع اسلامی سلطنت کے آزاد افراد بن جاتے تھے اور ان کو تمام حقوق اور مراعات مل جاتی تھیں۔ ہزارہا غلاموں نے اس نئے دور سے پورا فائدہ اُٹھایا۔ اور اس طریق سے ان ملکوں پر جو غلاموں کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے مشرق سے مغرب تک آزادی کی لہر پھیل گئی ۔

مصر بزنطین حکومت کے زیرِ تسلط

تین لاکھ بزنطینوں نے مُلک پر قبضہ کر کے اُسکو غلام بنا رکھا تھا۔ مصری لوگ بھاری ٹیکسوں اور ظلم اور بے انصافی کے نیچے دبے جاتے تھے۔ جج گورنر اور شاہنشاہ کے دوسرے افسر خود مختار حاکم تھے۔ جن کے ظلم کے نیچے پسے جا رہے تھے۔ اور ان کی زندگیاں ناقابلِ برداشت ہو رہی تھیں۔ انصاف اور دادرسی ناممکن تھی۔ اور قبطی لوگ

قعرِ مذلت میں گر گئے تھے +

یہ بدنظمی اور ابتری نہ صرف سیاسی اور انتظامی تھی۔ بلکہ تمدنی اور مذہبی بھی سلطنت کے دیگر حصص کی طرح مذہبی تصرفات اور اختلافات کا بازار یہاں بھی گرم تھا ایسے گرم جوش مباحثے ہوتے تھے کہ فساد تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ اور خون بہہ جاتا تھا۔ ایک کہتا تھا کہ مسیح دو فطرتیں اور دو ارادے رکھتا تھا۔ دوسرا کہتا تھا کہ نہیں مسیح ناصری صرف ایک ہی فطرت اور ایک ہی مرضی رکھتا تھا۔ بالآخر شہنشاہ نے فتویٰ صادر کر دیا۔ جس کے رُو سے ہر ایک عیسائی کے لئے اسبات پر ایمان رکھنا ضروری ہو گیا کہ مسیحؑ دو فطرتیں اور ایک مرضی رکھتا تھا۔ بعضوں نے قبول کر لیا۔ بعضوں نے انکار کیا۔ آخر الذکر لوگوں پر خوفناک مظالم توڑے گئے۔ اور طرح طرح کی سختیاں کی گئیں۔ اور اِس مشہور فتوے نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا +

مصر مسلمانوں کے ماتحت

جب عمرا ابن العاص کا لشکر قاہرہ قدیمی کے مقام پر پہنچا رُومی گورنر نے چاہا کہ نامہ و پیام کے لئے سلسلہ جُنبانی کرے۔ مسلمان جنرل نے اپنے وکلا منتخب کئے۔ ان میں سے ایک وکیل عبادہ بن اسالت تھا۔ جو حبشی تھا۔ جب وکلاء گورنر جنرل کے پاس حاضر ہوئے تو وہ سفید رنگ بزنطین ایک سیاہ آدمی کو ان میں دیکھ کر پیچ و تاب کھانے لگا اور اُسکو کہا کہ تم چلے جاؤ۔ لیکن ایک سفید رنگ کے مسلمان نے جوابدیا۔ کہ اسلام تمام نوع انسان کو ہمرتبہ تسلیم کرتا ہے۔ اور چونکہ حبشی مذکور ہم سب میں سے زیادہ دانا اور عقلمند ہے۔ لہٰذا صلح کی گفت و شنید اسی کے ذریعہ ہوگی۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ رُومی نائب کو بامر مجبوری سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ رومی سیادت کے پرخچے اُڑ گئے۔ اور مُلک کو آزادی دینے والے مسلمان فاتح نے حسب معمول اصلاحات کا فوراً آغاز کر دیا مصریوں کو اجازت دیگئی کہ جس مذہب پر چاہیں ایمان رکھیں اور عمل کریں۔ انصاف اس خوبی سے ہوتا تھا۔ کہ خودداری ایک عام بات ہوگئی۔ اسلام اور بزنطین کے تحت محکومین کے احساسات کا اندازہ لگاؤ۔ کہ کسقدر فرق عظیم ہوگا +

مصر کے مشہور فاتح اور آزاد کنندہ مسلمان جنرل کے بیٹے نے ایکدفعہ ایک مصری کو پیٹا۔ کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہؤا تھا۔ کہ رومی لوگ مصریوں کو بلاتمیز جان سے مار ڈالتے تھے۔ لیکن اسلامی حکومت کے ماتحت اس شخص نے جو کبھی غلام ہوتا تھا۔ محسوس کیا کہ اسکے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اُس نے سُنا کہ مدینہ میں ایک بہت قوت والا شخص ہے۔ جو مظلوموں کی دادرسی کرتا ہے۔ وہ بھی وہیں پہنچا۔ مقدمہ خلیفۂ وقت ابن الخطاب کے حضور پیش ہؤا۔ عمر ابن العاص اور اس کے بیٹے کو مصر سے واپس بُلایا گیا۔ دونوں مدینہ میں خلیفہ کے سامنے مصری کے برابر کھڑے کئے گئے۔ امیرالمومنین نے بیٹے کو مجرم پایا۔ اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ یعنی مصری پر تشدد کرنے کی پاداش میں مسلمانوں کو سزا دیگئی۔ نہ صرف یہ بلکہ عمر ابن العاص کو تنبیہ کی گئی۔ کہ ایسا کیوں ہؤا۔ خلیفۂ اعظم نے جرنیل کو ان ناقابل فراموش الفاظ میں خطاب کیا:۔
"کس شخص کو اسبات کا حوصلہ ہوسکتا ہے کہ اس انسان کو غلام بنائے جو آزاد پیدا ہؤا ہے"۔

اسلام میں مساوات کے گہرے معانی ایک اور مثال سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ مثال جبلہ کا مقدمہ ہے۔ وہ پہلے ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ریشمی لباس زیب تن کئے وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ کہ ایک غریب مسلمان کا پاؤں اسکے جبہ کی ذیل پر پڑ گیا۔ بادشاہ نے اسکے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ وہ غریب بیچارہ بھاگا ہؤا مدینہ پہنچا اور خلیفہ کے حضور میں استغاثہ دائر کر دیا۔ خلیفہ نے جبلہ کو حاضری کا حکم دیا۔ کہ استغاثہ کا جواب دے بادشاہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ اگر کعبہ کی مقدس نواح کا پاس نہ ہوتا تھا۔ تو میں اس کنگال کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیتا۔ اس نے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میرا خیال تھا کہ مسلمان ہونے سے میری وجاہت اور سطوت میں اضافہ ہوگا۔ برخلاف اسکے مجھے ایک گداگر کے دوش بدوش کھڑا کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسلمین نے جواب میں فرمایا۔ کہ اسلام میں وجہ امتیاز صرف اعمال وحسنات ہوسکتی ہیں۔ اور چونکہ جبالہ نے جُرم کا ارتکاب کیا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ وہ مظلوم مسلمان کے ساتھ دوستانہ طریق پر صفائی کرے۔ ورنہ اسے اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ بادشاہ نے معاملہ پر غور کرنے کے لئے چوبیس گھنٹہ کی مہلت مانگی۔ جو دیگئی لیکن جبالہ قسطنطنیہ کو بھاگ گیا۔ اور پھر عیسائی ہوگیا۔ اور اس طرح ابن الخطاب کے ہاتھوں انصاف

پانے سے محفوظ ہو گیا +

سید امیر علی کہتا ہے:- ادیان حریفہ نے اسلام کے سیاسی پہلو کو غلط فہمی پیدا کرنے کیلئے بدنما رنگ میں پیش کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ ان چند سالوں میں جو بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ میں گذارے۔ اسلام نے نوع انسان کو زیادہ سیاسی منافع عطا کئے بہ نسبت ان کے جو یورپ میں مختلف طریق ہائے علم سیاست کے ماہرین کے صدیوں کے مبہم و لایعنی تخیلات سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسلام نے دُنیا کو ایک نظام اخلاق اور ایک آئینِ حکومت دیا جس کی بنیاد مذہب پر تھی۔ ٹیکسوں پر ایک حد مقرر کر دی۔ اس نے قانون کی نظر میں انسانوں کو مساوی بنایا اور اس نے حکومت خود اختیاری کے اصولوں کو تقدس کے رنگ میں رنگ دیا۔ اس نے شعبۂ انتظامیہ کو قانون کے ماتحت کر کے جس کی بنیاد مذہب اور اخلاق پر تھی حکّام اقتدار کو محدود کر دیا +

جس مُلک میں مسلمان پہنچے۔ وہاں آناً فاناً ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ شہر اور قصبے آباد ہو گئے بدنظمی کی جگہ امن اور دستُور نے لیلی۔ اور کاشتکاروں اور کم حیثیّت زمینداروں نے جن کو سرکش طبقۂ امرا نے پاؤں تلے روندر کھا تھا۔ اور جن کو پادری لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے مسلمانوں کا اپنے نجات دہندے سمجھ کر خیر مقدم کیا +

جن جن ممالک پر مسلمانوں کا تسلط قائم ہو گیا۔ وہ فیوڈل سسٹم اور اسکے قانون کی تباہ کن نتائج سے مامون ہو گئے۔ چونکہ مراعاتِ مخصوصہ اور ذات پات کے امتیازات کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اسلئے مسلمانوں کی قانون سازی سے دو اہم نتائج پیدا ہوئے یعنی غیر مُہذّب قوانین سے جو مصنُوعی بار اراضی پر پڑے ہُوئے تھے۔ وہ اُٹھ گئے۔ اور افراد کے حقوق میں کامل مساوات قائم ہو گئی +

"جو قومیں اس وقت تک تباہی اور ذلّت کے خواب میں مدہوش تھیں۔ رسُول عربی کی برکت سے ان میں نئی رُوح اور تازہ قوت پیدا ہو گئی۔ لوگوں نے ہر جگہ مسلمانوں کا خیر مقدم کیا۔ کہ وہ ان کو آزاد کرنے والے تھے۔ اگر کسی جگہ مزاحمت پیش آئی۔ تو وہ صرف طبقۂ امرا اور پادریوں کی طرف سے تھی +

خلفائے راشدین کے ماتحت مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت

جمہوری تھی جس کی بنیاد ایک مقررہ قانون پر تھی۔ امور سلطنت کا انصرام وہ سردار کرتے تھے جنکو قوم اس منصب کے لئے تجویز کرتی تھی۔ اور جن کے اختیارات محدود ہوتے تھے۔ اعیان سلطنت جمہور کی رائے کے تابع ہوتے تھے۔ اور رعایا کے نیچے سے نیچے طبقے کے افراد کو یہ حق حاصل ہوتا تھا۔ کہ ان پر نکتہ چینی کرسکیں۔ حضرت عثمانؓ کو ہر روز بیت المال کے روپیہ کا حساب دینا پڑتا تھا۔ اور حضرت علیؓ کو ایک عیسائی چور کے خلاف استغاثہ کرنے کے لئے ایک معمولی عدالت میں جانا پڑا تھا۔ ججوں کے فیصلے قطعی ہوتے تھے۔ اور خلفائے اولین کو یہ اختیار نہ ہوتا تھا (جیسا کہ بعد کے غاصبوں نے اختیار کر لیا) کہ جس شخص کے خلاف عدالت سے فتوے صادر ہو چکا ہو اسکو معاف کر دیں۔ غربا و امرا صاحبان اقتدار و مزدوران زراعت پیشہ کے لئے قانون کوئی امتیاز روا نہ رکھتا تھا +

اسلامی قوانین انصاف وعدل کے اصولوں پر مبنی تھے۔ اور اپنی سادگی اور صراحت کے لحاظ سے حیرت انگیز تھے۔ اور کسی ایسی اطاعت کے مقتضی نہ تھے۔ جو ناممکن العمل ہو یا عقل انسانی کے خلاف ہو +

سادگی و سخت کوشی بےغرض و بے لوثی۔ انکسار و بہادری۔ پاکیزگی اور نوع انسانی سے محبت جیسی صفات سے قرون اولے کے مسلمانوں کے اخلاق متصف تھے۔ مسکرات سے قطعی پرہیز جو رسول اللہ صلعم کے مواعظ کے نتیجہ تھا مسلمانوں کو کبھی ان بداعتدالیوں میں نہ پڑنے دیا۔ جن کا دھبہ دیگر مذاہب کے پیروؤں کے دامن پر لگا ہوا ہے۔ ان کے قول و قرار کی پختگی اور قانون و حق ملکیت کا احترام دنیا کو ظلم و سختی سے بچانے کیلئے کافی ضمانت تھا +

قرآن اور انقلاب السنہ

اسلام کا مطلب ہے توحید اور ہر ایک باب میں توحید۔ علاوہ اور امور قرآن شریف نے عرب کی مقامی زبانوں کو ایک بنا دیا +

اسلام کے زیر سایہ کامل انصاف۔ آزادی اور جن قوموں نے اسلام کی طفیل آزادی حاصل کی تھی ان کی بہبودی اور فرفع الحالی نے توجہ کو اس درجہ اپنی طرف کھینچا کہ لاتعداد لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ قرآن ان کی کتاب ہوگئی۔ اور دو صدی سے کم عرصہ میں قرآن

کی زبان اُن کی زبان ہوگئی۔ اِس طرح کئی زبانوں کی جگہ عربی رائج ہوگئی۔ اور مشرق میں دریائے سندھ سے لے کر مغرب میں فرانس کے جنوب تک عربی زبان بولی جاتی تھی۔ لکھی جاتی تھی اور سمجھی جاتی تھی ÷

ڈیوش لکھتا ہے: "قرآن کی مدد سے عربوں نے اسقدر دُنیا فتح کر لی جو سکندر اعظم اور رومتہ الکبرےٰ کی سلطنتوں سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ اور جن ممالک کو فتح کرنے میں روم نے صدیاں لگائی تھیں۔ ان کو عربوں نے سالوں میں فتح کر لیا۔ قرآن کی مدد سے تمام سامی قوموں میں سے صرف عرب ہی ایسے تھے جو فاتح کی حیثیت سے یورپ میں داخل ہوئے۔ جہاں فنیقی لوگ تاجرانہ حیثیت سے آئے تھے۔ اور یہودی قیدیوں کی طرح یا پناہ گزینوں کی طرح آئے تھے۔ وہ یورپ میں آئے کہ نوعِ انسان کو ہدایت کی روشنی سے مُنور کریں۔ اور جبکہ چاروں طرف ظلمت اور تاریکی چھائی ہُوئی تھی۔ وہ آئے کہ یُونان کے مُردہ و مدفُون علم و حکمت کو زندہ کریں۔ فلسفہ۔ طب۔ ہیئت اور اور فن شعر کا درس مشرق و مغرب کو پڑھائیں۔ علوم جدیدہ کے گہوارے کو جھلائیں۔ اور ہم متاخّرین کو اس دن پر خون کے آنسو رُلائیں۔ جس دن غرناطہ بے چراغ ہوگیا" ÷

سید امیر علی لکھتا ہے:- "یہ قرآن کا ہی اعجاز تھا۔ جس نے عربی زبان کو ایک با قاعدہ بنیاد پر قائم کر کے استوار کیا۔ سادگی و شوکت بیان۔ پاکیزگی و لطافت۔ طرز تشبیہات و استعارات کا بانکپن اور سُرعت رجُوع سے بجلی کی تڑپ بھی شرمائے۔ یہ ایسے محاسن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک معلّم اخلاق کی تعلیم دے رہا ہے۔ ایک حکیم حکمت کے عقدے کھول رہا ہے۔ اور ایک زخم خوردہ محبِّ وطن دل اپنی قوم کی بداخلاقی اور ذلت کو مطعون کر رہا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کائنات کا رب اپنے ایک برگزیدہ بندے کے ذریعہ وہ اصل الاصُول حقائق بیان کر رہا ہے۔ جن پر اخلاقی دُنیا کا قیام ہے۔ یہ ہے اعجاز قرآن" ÷

تمدّن اسلام

تمام نوعِ انسانی کے ہادیؑ نے نظام اسلامی کی بنیادیں رکھیں۔ آپؐ کے جانشین چار خلیفے

حیرت انگیز انسان تھے۔ جو کسی قسم کی شان و شوکت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ شان و شوکت کا خارجی اظہار ایک عامیانہ بات ہے۔ جس سے عوام پر یہ اثر پڑتا ہے کہ جس سے وہ یہ سمجھنے لگجاتے ہیں۔ کہ ان کے حاکم ان سے بہت بلند اور اعلےٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ جن سے دادرسی امر مشکل ہے خلفاء راشدین کھانے اور کپڑے میں عوام کی طرح نہایت سادگی برتتے تھے۔ لیکن لوگ انکی بدرجہ اولےٰ عزت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ جو چوتھے خلیفہ تھے اپنی پرائیویٹ آمدنی بہت سی رکھتے تھے۔ لیکن وہ اسے اپنی ذات یا اپنے خاندان پر نہیں بلکہ رفاہ عام کے کاموں پر خرچ کرتے تھے۔ جس سے عیسائیوں یہودیوں اور مسلمانوں سب کو فائدہ پہنچتا تھا۔ انکا اصُول یہ تھا کہ ایک مسلمان حکمران کا یہ فرض ہے کہ تمام کی بہبودی کیلئے ہر طرح کی کوشش کریں۔ اور رفاہ عام کیلئے تجاویز سوچیں۔ اور حکمران کی ذات سے کوئی ایسا فعل صادر نہیں ہونا چاہئے جس سے حاکم و محکوم کے درمیان باہمی رواداری اور بھروسہ و اعتبار میں خلل اندازی ہو +

رومانوی لوگ عرصہ دراز سے ہسپانیہ۔ فرانس۔ انگلستان اور دیگر ممالک یورپ پر حکمران تھے۔ پانچویں صدی میں ہنس کے حملہ سے رومہ کو بچانے کے لئے انہیں اپنے لشکر ان ممالک سے بلانے پڑے۔ رومیوں کی صدیوں کی حکومت کے بعد بھی ممالک مذکورہ کے لوگ ایسے ہی وحشی اور غیر مہذب رہے جیسے کہ وہ رومیوں کے آنے سے پہلے تھے۔ بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ وحشی ہو گئے تھے۔ لیکن ہسپانیہ۔ جنوبی فرانس اور جنوبی اٹلی میں اسلامی حکومت کے تین صدی بعد تک مختلف حصص یورپ میں ترقی کا بیج بویا جا چکا تھا۔ جو اپنا پھل لا رہا تھا۔ سب سے زیادہ اثر ان ممالک میں ہؤا۔ جو اسلامی تمدن کے بہت زیادہ نزدیک واقع تھے۔ مثلاً ہسپانیہ۔ فرانس اور اٹلی اسی جگہ سے ایک نئی روشنی کا آغاز ہؤا۔ جس کا پرتو تمام یورپ پر چھا گیا اور جس سے ترقی جدید کا آغاز ہؤا۔ ان چند واقعات سے جو ذیل میں دئیے جاتے ہیں ظاہر ہوگا کہ کس طرح کروڑوں غلام آزاد اور ترقی پذیر قومیں بن گئے +

خلفاء

خلافت ایک انتخابی جمہوری صدارت تھی۔ یہ اس قسم کی حکومت تھی جس کی آج نظیر نہیں ملتی معاویہ نے اسکو ارثی بادشاہت بنا دیا جس سے متم بالشان اسلامی اصولوں کا خون ہو گیا۔ اور اسلام کو ایک مہلک صدمہ پہنچا +

بادشاہت کے ساتھ شوکت وسطوت اور عیش و عشرت آگئے بیت المال جو تمام اسلام کی مشترکہ جائداد تھا۔ بادشاہ کی جیب خاص بن گیا۔ عیش و عشرت کا بازار گرم ہو گیا چھوٹی تنخواہوں سے جو عمال کی ضروریات کے لئے مکتفی ہوا کرتی تھیں بڑی بڑی کثیر رقومات دیجانے لگیں۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ مامون رشید کی خلافت کے زمانہ میں مشرقی صوبجات کے گورنر جنرل کو ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ ملا کرتی تھی۔ قاہرہ میں خلفائے بنی فاطمہ کا وزیراعظم چالیس ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ پاتا تھا۔ سلاطین بنی فاطمہ کے ہاں قیمتی پارچات کی ساخت کیلئے انکے اپنے کارخانے ہوتے تھے۔ یہ پارچات گرما و سرما میں سلطنت مصر کے عمال کو بطور تحائف تقسیم ہوتے تھے اسی پر ڈھائی لاکھ پونڈ سالانہ خرچ ہو جاتے تھے اسلامی سپین میں چوتھی صدی ہجری میں اسّی لاکھ پونڈ مصرف ہوتے تھے

بعض نظارات سلطنت

محکمۂ فوجی

اسلامی عساکر ہمیشہ قصبات سے دور فاصلہ پر پڑاؤ کیا کرتے تھے۔ انہی مقامات پر قاہرہ۔ کوفہ بصرہ جیسے مشہور شہر پیدا ہو گئے مسلمان سپاہیوں کے نام فوجی رجسٹروں میں درج ہوتے تھے اور ہر ایک سپاہی کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے لکھا جاتا تھا۔ موقعہ موقعہ پر معائنے ہوتے تھے۔ جو سپاہی اپنے گھوڑوں کی پرداخت میں غافل پائے جاتے تھے اُن کو غفلت کی کمی بیشی کے لحاظ سے یا تو برخواست کر دیا جاتا تھا۔ یا کوئی اور سخت سزا دیجاتی تھی +

نظارت بحریہ

اسلامی حکومت ہسپانیہ کے پاس دو سو جنگی جہاز ہوتے تھے۔ بنی فاطمہ کے بیڑے میں چھ سو جہاز تھے۔ خاص خاص بندرگاہ صرف جہاز سازی کے لئے مخصوص تھے جہاز سازی کے کارخانوں کو دار الصناع کہا جاتا تھا۔ بحری فوج کا افسر اعلیٰ امیر البحر کہلاتا تھا۔ یورپ جب بیدار ہوا۔ اور مسلمانوں کے قدم بقدم چلنے لگا۔ تو اس نے دار الصناع کو آرسینل اور امیر البحر کو اڈمیرل میں تبدیل کر دیا +

یہ بیڑے مدافعت کے لئے استعمال ہوتے تھے جیسا کہ عبدالرحمٰن ثالث سلطان ہسپانیہ کی تاریخ سے بخوبی واضح ہوتا ہے +

محکمۂ برید

سلطنت کی بعض ریاستوں میں اس محکمہ کا بجٹ ۷۴۶ ہزار پونڈ تک پہنچ جاتا تھا۔ یہ اہم محکمہ تھا۔ اور اس کے لئے متعدد عمال کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کا فرض یہ تھا کہ شاہراہوں کی نگرانی کرے۔ ان کی مرمت وغیرہ کروائے اور رہزنوں سے محفوظ رکھے۔ اس کے متعلق وہ کام بھی ہوتا تھا جو آجکل ڈاکخانجات کے سپرد ہے۔ اس حیثیت کے اس کے پاس ڈاک کے مکانات ہوتے تھے جہاں مضبوط اور تندرست باربرداری کے جانور معقول تعداد میں رہتے تھے +

محکمۂ قضاۃ

قرون اولےٰ کے مسلمان حجوں نے اپنے پیچھے شاندار روایات چھوڑی تھیں بعض نے بادشاہوں کے خلاف بھی جن سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا فتوے صادر کر دیئے تھے۔ وہ ایک ممتاز وردی پہنتے تھے۔ اور ہر ایک صدر قاضی کی تنخواہ علاوہ شاہانہ عطیات کے ایکہزار پونڈ سالانہ ہوتی تھی۔ دیوان المظالم یا دائرۃ العدل عدالت العالیہ مرافعہ ہوتی تھی جسمیں اکثر خلیفۂ وقت صدارت کرتا تھا +

محکمۂ شرطہ

اس محکمہ کا کام وہی تھا جو آجکل پولیس کا ہوتا ہے +

محکمۂ حسبہ

یہ محکمہ ضروریات زندگی کے نرخ مقرر کرتا تھا۔ ناجائز منافع کا سدباب کرتا تھا غلط اوزان و پیمانجات یا خراب ماکولات و مشروبات کی فروخت کا انسداد کرتا تھا۔ یہ ایک قسم کا بورڈ آف ہیلتھ تھا۔ باربرداری کے مواشی پر زیادہ بوجھ لادنے یا ان پر تشدد کرنے سے روکتا تھا۔ اور ساتھ ہی ایک اور اہم کام کرتا تھا یعنی مدارس میں بچوں پر سختی کو روکتا تھا +

نظارت الانشاء

یہ تھا محکمۂ اشاعت اول اول تو چمڑا اور پارچہ استعمال ہوتے تھے لیکن بعد میں مسلمانوں نے کاغذ سازی کا فن چین سے سیکھ لیا۔ سلطنت کے مختلف اقطاع میں کاغذ سازی کے کارخانے قائم کر دیئے۔ اور تھوڑے عرصہ میں یہ کام بھی فنون لطیفہ میں شمار ہونے لگا۔ یورپ میں مسلمانوں نے تعلیم

ان کی پیروی شروع کردی - اور جب وہ یورپ سے نکالے گئے تو دیگر چیزوں کے علاوہ کاغذ سازی کے کارخانے بھی پیچھے چھوڑ آئے - جن کی نقل تمام یورپ نے اُتاری +

اسلامی سلطنت

اسلامی حکومت کا رقبہ تقریباً ۳۵ لاکھ مربع میل تھا جس کی آبادی تین کروڑ کے قریب تھی پہلے خلفائے بنی عباس نے انصاف - امن اور تحفظ املاک کی بنیادیں استوار کیں زراعت حرفت - کان کنی اور تجارت کو فروغ دیا - اس وقت حدود چین سے لیکر ہسپانیہ کی شمالی سرحد تک صنعت و حرفت خوب رونق پر تھی - تاریخ عالم نے اس سے پہلے یہ حالت نہیں دیکھی تھی - ہر قسم کا سامان تجارت بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس تک بحر و بر پر پھرتا تھا - تجارت آمدورفت مال اس سے پہلے اسقدر وسیع الآفاق کبھی نہیں ہوئی تھی - نہ اسقدر تیز تھی اور نہ اس قدر مقدار میں ہوتی تھی - متعدد ممالک - متعدد اقوام - متعدد نسلیں - متعدد زبانیں سب ملکر ایک قوم ہوگئی تھی - جس کی ایک زبان - ایک تمدن - ایک مقصد اور ایک ہی مذہب تھا - کس قدر حیرت انگیز بات تھی - دنیا کا نقشہ لو - اور مدینہ کو دیکھو - اور پھر اس روشنی کو دیکھو جو یہاں سے نکل کر اردگرد پھیل گئی - غور کرو کہ کس طرح غیر جنس ہمجنس ہو جاتے ہیں - ذرا اس شان جلالی پر غور کرو - یہ تھا اسلام کا معجزہ +

اسلامی سلطنت نہ صرف خرمن اجناس تھی - بلکہ دنیا کا حرفتی اور کان کنی کا ضلع بھی تھی - پس کوئی حیرت کا مقام نہیں ہے - کہ اس زمانے کی دولت و ثروت محیر العقول تھی +

خلیفہ کی آمدنی

عہد عباسیہ کے دوران میں ہسپانیہ ایک مطلق العنان اسلامی حکومت بن گئی تھی لیکن اسلامی سلطنت کا باقی حصہ فرمانروائے بغداد کے ماتحت تھا - مالیات سرکاری ٹیکسوں سے وصول ہوتے تھے - اور ان میں سے سرکاری اور امور عامہ کا کل اخراجات وضع کرنے کے بعد بقایا خلیفہ کو بھیج دیا جاتا تھا - اسلامی تہذیب کے عروج کے زمانہ میں خلیفہ کو اس طرح پر ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ کی خالص آمدنی تھی - اسمیں سے بیس لاکھ پونڈ دار الخلافت کے انتظام حکومت پر خرچ ہو جاتے تھے - اور باقی رقم کا کثیر حصہ ادب و علم اور صنعیات کی ترقی اور علمی [illegible]

درسگاہوں کے قیام میں صرف ہوتا تھا۔ اور مختلف علما کو عطیے دیئے جاتے تھے جو بعض اوقات چار ہزار پونڈ فی کس بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتے تھے +

خلفائے عباسیہ میں سے خلیفہ منصور کی وفات پر تین کروڑ بیس لاکھ پونڈ اسکے خزانے میں سے برآمد ہوئے۔ اور ہارون الرشید کی وفات پر تین کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ نکلے۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ آجکل کی نسبت اس زمانہ میں روپے کی قوت خرید پانچ گنا زیادہ تھی +

مسلمان خواتین کا تموّل

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ خلیفۂ وقت کی والدہ۔ اہلیہ۔ ہمشیرہ یا بیٹی امور سلطنت میں بہت اقتدار رکھتی تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیضوران کی سالانہ آمدنی ساٹھ لاکھ پونڈ سالانہ ہوتی تھی اسکی عظیم الشان قابلیت فضیلتِ علمی اور سخاوت کی وجہ سے تمام ممالک اسلام میں اسکو شہرت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی خاتونیں ہوئی ہیں مستعین کی والدہ بیحد متموّل تھیں۔ اس کے پاس ایک قالین پچاس لاکھ پونڈ کی قیمت کا تھا۔ اس کے حاشیہ پر سونے کے حیوان اور پرند بنے ہوئے تھے جن کی آنکھیں جواہرات کی تھیں +

بہت سی خاتونیں نقد رقومات اور بیش قیمت جواہرات کے عطیات سے علماء و شعرا کی قدر افزائی کیا کرتی تھیں۔ ایک ممتاز شاعر کو ایک خاتون سے دس ہزار پونڈ سے زیادہ کا گرانبہا عطیہ ملا تھا +

شعرا و فصحا

ہمارے زمانے کے اخبارات کی طرح شعرا و فصحا عوام پر بہت مضبوط اثر رکھتے تھے +

علم و حکمت

اسلام نے نجوم و رمل۔ جادوگری اور کئی ایک دیگر اوہام کا جو رسُول اللہ صلعم کے زمانے میں تھے قلع قمع کر دیا۔ اور ان کی زندگی کی کارپرداخت میں عقل اور قوانین قدرت نے لیلی۔ اسلام نے اس خیال کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دیا کہ کوئی شخص تعظیم و تکریم یا بڑائی کا صرف اسلئے مستحق ہے کہ وہ کسی امیر خاندان یا کسی نام نہاد شریف نسل سے ہے۔ اور اسکی جگہ یہ اصُول قرار پایا کہ ایک شخص کی تعظیم وغیرہ اس کے اخلاق چلن علم و نفع رسانی پر منحصر ہے +

قرنِ اولےٰ کے مسلمان قرآن سُنتے تھے۔ اور اس سے انہیں لکھنا پڑھنا سیکھنے کا شوق

ہوتا تھا۔ تاکہ وہ خود اسے پڑھ سکیں۔ قرآن کا مطالعہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مفصل اور حکیمانہ عربی صرف و نحو علم السنہ اور زباندانی کی دیگر شاخوں کی بنیاد پڑ گئی۔ تاریخ قدیم کیلئے تجسس ہونے لگا اور واقعات حال کو قلمبند کیا جانے لگا۔ اور قانون بسیط اور فاضلانہ تصنیفات تالیف ہونے لگیں۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ قدرت اور اسکے قوانین کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے اسکو معلوم کرنے کا زبردست شوق پیدا ہو گیا۔ اسلام کے سفیر گئے کہ علم کے پوشیدہ خزائن کو ڈھونڈنے کے لئے ہندوستان۔ ایران اور یونان کے دفینے چھان ماریں۔ اور جو کتابیں آج تک دنیا کی آنکھوں سے مدتہائے دراز سے اوجھل تھیں ان کے لئے محیر العقول رقومات دی گئیں۔ ان تمام دانش عتیقہ کو عربی لباس پہنایا گیا۔ مشاہدات قدرت سے ان کا مقابلہ کیا گیا۔ انہیں اس کے مطابق کیا گیا۔ اور آخر اس الجھی ہوئی گتھی کو سلجھایا گیا۔ اس طرح منطق کو ایک منضبط علم بنایا گیا۔ فلسفہ کا شوق سے مطالعہ کیا گیا۔ اور اسکے مسائل کی تشریح کی گئی۔ علم کیمیا جدید کی بنیاد رکھی گئی۔ علم سیاست مدن اور علم تمدن دریافت کئے گئے جغرافیہ۔ علم طبقات الارض۔ علم الحیات۔ علم حیوانات۔ طب۔ زراعت۔ ہیئت وغیرہ وغیرہ مضامین کو ایک ایک کر کے لیا گیا۔ اور ان پر الگ الگ مستقل تالیفات ہوئیں +

ہمیں ان بینظیر و وسیع الآفاق مساعی سے متحیر نہیں ہو جانا چاہئے۔ رسول اللہ صلعم کے ایسے اقوال نے کہ ایک مسلمان کو تحصیل علم کیلئے کوہ و صحرا کو عبور کرنا چاہئے خواہ اسے چین کو ہی جانا پڑے۔ اور خواہ کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ایک ذریعہ ہیں علم کو تحریر میں لا کر آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ رکھو۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ دانش و حکمت کی تلاش کرے خواہ کہیں سے ہو۔ علم حاصل کرنا ہر ایک مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے۔ مسلمان کو مہد سے لحد تک علم حاصل کرتے رہنا چاہئے۔ مسلمان کو ہر ایک دانا سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو علم حاصل کرنا چاہئے وغیرہ وغیرہ ایسے ایسے اقوال نے مسلمانوں میں تحصیل علم کیلئے ایک نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی۔ یہ اقوال وہ بیج تھے جو قرآن کی برکت سے بار آور ہوئے +

تاریخ و جغرافیہ

ایک جلیل سوانحی جغرافیہ کی ضخامت تک کی ہزاروں کتابیں تاریخ پر لکھی گئیں نہیں تو موں

سلطنتوں - افراد و قصبات کے تذکرے تھے - سب سے پہلے [illegible]
اور ادبی اور اسماء الرجال کی لغاتیں تصنیف کرنی [illegible]

جغرافیائی معلومات کے حصول کیلئے انہوں نے بحر و بر [illegible]
مظاہر کے علاوہ جو کچھ اُنہوں نے دیکھا سب کو قلمبند کیا نسلیں [illegible] ان کی
حکومتیں - مذاہب و ملل عادات و رواجات حیوانات و حشرات [illegible]
جنگلات و میدان - زرخیزی و خشکی کھیت و باغات فصلات [illegible]
دیہات و قصبات غیرہ وغیرہ جاپان سے انگلستان تک ان سب [illegible]
کیا ہے - عربی زبان میں جغرافیہ پر کئی مستقل تالیفات ایسی ہیں جو اب [illegible]
ملانوں کے جُبے نیچے دبے ہُوئے یورپ کے عالم زمین کے چپٹا ہونے کے دعوے [illegible]
مُسلمانوں میں زمین کی گولائی مُسلم ہوچکی تھی - اندازہ کیا گیا تھا اور یہ ثابت [illegible] کیا گیا تھا کہ
زمین کا محیط چوبیس ہزار میل ہے علاوہ ازیں اور بہت سے جغرافیائی حقائق دریافت [illegible]
مشرق و مغرب میں دریافتیں ہُوئیں - اور امریکہ بھی اُن کی نظر سے [illegible]

علم سیاست مدن و علم تمدن

مُسلمانوں سے پہلے دُنیا ان علوم سے بیخبر تھی - سب سے پہلے مسلمانوں نے ان کو [illegible] دیا ۔

طب و دواسازی

طبیبوں و عطاروں کو طبابت کا پیشہ شروع کرنے سے پیشتر امتحان پاس کر کے لائسنس لینا
پڑتا تھا بغداد میں مختلف انواع کے ۸۶۰ طبیب تھے - ہر [illegible] کے طبیب علم طب کی [illegible]
شاخ میں مہارت حاصل کرتے تھے بعض جراح - معالج [illegible] - [illegible] و [illegible]
وغیرہ وغیرہ ہوتے تھے ۔

تجربہ اور مشق سے مسلمان اطبّاء ایسے ایسے ترقی یافتہ خیالات پر [illegible]
طب کو [illegible] صدمہ پہنچا - اُن کا خیال تھا کہ ناقص غذا سے جو بیماریاں [illegible]
علاج سرد سبزیوں اور بوٹیوں وغیرہ سے ہو سکتا ہے - مخدر دوائیوں کا استعمال [illegible]
ہی کیا - اور ایسی امراض کو جن کے متعلق ان سے پہلے غلط فہمی تھی [illegible]

طرح بیان کیا اور ان کا علاج دریافت کیا +

... ایجاد ہے۔ انہوں نے مختلف اقطاع عالم بوٹیوں کے اثرات کا باہرہ جسم پر ... کیا۔ اور نئی ایک نئے علاج دریافت کئے +

علم کیمیا و علم نباتات

کیمیا جدید کی بنیاد مسلمانوں نے ہی ڈالی تیزاب شورہ تیزاب گندھک۔ اور کشتہ جات ہی اور متعدد دیگر مرکبات سب سے پہلے مسلمان کیمیا گروں نے ہی ایجاد کئے۔ ایک مسلمان مؤرخ لکھتا ہے کہ وہ کیمیا گر ایک ایسا مرکب تیار کرتے تھے۔ کہ اگر اس سے لکڑی پر روغن کیا جائے۔ تو وہ آگ سے محفوظ ہو جاتی تھی۔ تشعیر تقطیر و تحلیل وغیرہ کے عمل سب سے پہلے انہوں نے ہی دنیا کو سکھائے۔ اور انہوں نے اپنی تصنیفات میں کیمیاء قدیم کے نقائص کو من وعن ظاہر کیا +

طلباء علم نباتات مصوروں کے ساتھ مختلف قسم کی سبزیوں کا مطالعہ کرنے اور ان کو تحریر و تصویر کے ذریعہ باریکی سے بیان کرنے کیلئے دور دور تک جایا کرتے تھے۔ اور آخرکار ان کے مطالعہ اور تجسس کے نتائج علمی نباتات کی عالمانہ تصنیفات میں لکھے جاتے تھے +

شفاخانجات

سندھ سے سپانیہ کے شمال تک تمام بڑے بڑے شہروں میں شفاخانے قائم کئے گئے۔ شفاخانوں کا انتظام نہایت ... قبول ہوتا تھا۔ اور ہر طبقے کے لوگوں کا ان میں علاج ہوتا تھا۔ ہر ایک قسم کے مریضوں کیلئے الگ کمرے ... تھے۔ طبیب اعلیٰ اپنے ماتحتوں کے ساتھ روزانہ ہر ایک کمرے میں جاتا۔ مریضوں کا معائنہ کرتا۔ اور ان کا علاج تجویز کرتا تھا۔ ان شفاخانوں میں علم طب و دواسازی کی تعلیم کا بھی انتظام ہوتا تھا۔ فوجوں کے ساتھ ڈاکٹر اور دوائی ساز میدان جنگ کو جاتے تھے۔ اور ہسپتالوں کا سامان اونٹوں پر لاد کر لیجایا جاتا تھا +

علم ہیئت

... اجرام فلکی کی حرکات کے متعلق حیرت انگیز انکشافات کئے گئے۔ زمین کا حجم ... سمری بلندیوں کا اختلاف ... فصلوں کی تحقیق ... البانی نے

ہیئتی لغتہ لاطینی میں ترجمہ کئے گئے۔ اور صدیوں تک یورپ میں علم ہیئت کی بناء انہی پر رہی +
جیسا کہ کیمیا قدیم کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ مسلمانوں نے علم نجوم کی اغلاط کو بھی آشکارا کیا
اور ان تصنیفات میں جنکی بنا تجربہ اور مشاہدہ پر تھی علم ہیئت کے حقائق اور اسکے فوائد
بیان کئے۔ اس مقصد کیلئے اس وسیع سلطنت میں جا بجا رسدگاہیں تعمیر کیں اور بہت سے
آلات مثلاً دوربین وغیرہ ایجاد کئے +

ریاضیات

علم اعداد اور الجبرا اسقدر مشہور ہیں کہ ان کا ذکر غیر ضروری ہے۔ علم ہندسہ اور ریاضی کی
دوسری شاخوں کا بڑے شوق سے مطالعہ کیا جاتا تھا۔ اور ان میں بہت سے اضافے کئے +

فنون لطیفہ

فنون لطیفہ سے بھی لاپرواہی نہ کی گئی۔ موسیقی کو ایک منضبط علم کی شکل میں قائم کیا گیا۔
اور ہر جگہ سیکھا جاتا تھا۔ ساز باجے ایجاد کئے گئے۔ سنگتراشی اور مصوری کو نہایت
اعلےٰ درجہ تک ترقی دیگئی۔ اور عربی فن عمارت تو دنیا بھر میں مشہور ہے +

سلاجیت (مومیائی)

بے ضرر زود اثر مقوی دوائی صد درجہ کی مقوی اعصاب
معدہ ہے جگر گردہ مثانہ کو مضبوط کرتی ہے نزلہ زکام
ریزش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو جو کسی ضرب یا چوٹ
باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن کی محنت کے بعد
بہت کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے ہوتی ہے مرد عورت
بچہ و بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں قیمت
فی تولہ ایک روپیہ (عہ) خوراک ایک رتی سے دو رتی
حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں +

المشتہر
مہتمم کارخانہ سلاجیت عزیز منزل نولکھا لاہور

سرمۂ بے نظیر

سوائے اُن چند امراض کے جن کا علاج اپریشن یا بالکل لاعلاج ہیں سب
امراض کے رفع کرنے میں لاثانی ہے اسمیں ممیرہ ہے اور نہ ہی توتیا۔ مگر عینک تک
چھڑا دیتا ہے۔ علاوہ ازیں سر کو ٹھنڈا رکھنے اور
محافظ چشم ہونے کے آشوب چشم ضعف بصارت دھند
موتیا بند۔ پھولا۔ پلکوں کا گرجانا۔ غبار۔ جالا۔
خارش۔ ککرے۔ پڑبال۔ ذہنی۔ ہمنا وغیرہ وغیرہ کیواسطے
بہمہ صفت موصوف ہے تندرستی کی حالت میں استعمال کرنا گویا آنکھوں
کی حفاظت کرنا ہے قیمت فی تولہ دو روپے چار آنے محصول ڈاک

المشتہر
ایم ایم رحمانی دواخانہ اکبری دروازہ لاہور

دُنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

سُقراط - یسوعؑ مسیح اور حُسینؓ

از قلم جناب شیخ منیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ - اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہُوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں مگر اُن کی زندگی کی حقیقت تُم نہیں سمجھتے +

باب اوّل

دُنیا کے مشہور شہید

اِس دُنیا کے اندر تاریخ اِنسان میں ایک معقول تعداد شہداء کی پائی جاتی ہے حضرت آدمؑ اور حوّاؑ کے لڑکے کی تاریخ تو اب بہت ہی پُرانی ہے - دُنیا میں بہت سے بزرگ لوگ پیدا ہُوئے ہیں - اور انہیں سے اکثر نے اپنی عظمت اور بُزرگی کی وجہ سے تکالیف برداشت کی ہیں - عظمت کا ایک بڑا ثبوت مصائب کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے - دُنیا اپنے اِن بچوں کو جو خاص قابلیت رکھتے ہیں سختی اور مصیبت میں ڈال کر اُن کی آزمائش کرتی ہے جیسا کہ سونے کی سلاخ کو آگ میں اسکی صفات و کھرا پن دیکھنے کے لئے ڈالتے ہیں - انسان اکثر سخت آزمائشوں میں ڈالا جاتا ہے - تاریخ کی ورق گردانی سے پایا جاتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو سخت ترین امتحان میں ڈالا گیا ہے - اور حق کیلئے انہیں موت کا سامنا کرنا پڑا ہے - اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں بعض بعض شخص بڑی بہادری سے شہید ہُوئے ہیں - ہر ایک مذہب ہر ایک مُلک اور ہر ایک قوم کا اپنا اپنا شہید ہے - تاریخ اسلام ایسے شہدا کے اذکار سے پُر ہے - جن پر ہر ایک قوم اور ہر مذہب کو ناز ہو سکتا ہے +

اکابر اسلام میں بہت سے شہید دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت محمد صلعم کی حیات ہی میں لاتعداد صحابہ شہید ہوئے۔ رسول کریم صلعم کے پہلے چار خلفاء اور جانشینوں میں سے صرف ایک خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہی اپنی طبعی موت مرے۔ حضرت عثمان ذوالنورین خلیفہ سوم کی شہادت ایک اعلیٰ درجہ کی بہادرانہ شہادت تھی۔ انہیں دس یوم تک بھوکا پیاسا محاصرہ میں رکھ کر قتل کیا گیا۔ ان کے ساتھی اور غلام محاصرہ کرنیوالوں کے ساتھ لڑنے کو تیار تھے لیکن انہوں نے اس امر کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ وہ مسلمانوں میں خونریزی کی ذمہ داری نہ لے سکتے تھے۔ خود بیرحمی کے ساتھ قتل کئے گئے لیکن مسلمانوں کے خون بہانے کو روا نہ رکھا +

عیسائیت کے ابتدائی زمانہ میں بھی لوگ شہید ہوئے گو حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں ایسا نہیں ہُوا۔ انکی اپنی زمانہ حیات میں ان کی حواریوں نے ان سے محبت ظاہر نہیں کی بلکہ انہوں نے غداری کی اور ان پر لعنت بھیجی۔ اور انہیں موت سے بچانے کے لئے انگلی تک بھی نہ ہلائی لیکن اُن کے مصلوب ہونے کے بعد بہت سے عیسائیوں نے انکی وجہ سے اذیت اُٹھائی۔ بلکہ موت کا شکار ہوئے +

دیگر مذاہب میں بھی شہیدوں کا پتہ چلتا ہے لیکن تین بزرگوں یعنے سقراط جناب مسیحؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شہادت میں ایک نرالا رنگ نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ملک شہادت کے شہزادے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ خود بہت بڑے تھے اور جس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے انہوں نے اپنی جان دی وہ بھی اعلیٰ تھا۔ اُن کی شہادت کا اثر دنیا پر نقش کالحجر کی طرح ہوا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت ہمیشہ کے لئے ہے۔ میں اب مختصر طور پر ان کی زندگی اور موت کا حال بتلاتا ہوں +

فصل دوم

سقراط

سقراط حضرت مسیحؑ سے پانچسو سال پہلے گذرا ہے۔ اس کا باپ سفرونکس نامی ایک بت تراش

اور اسکی ماں فینارٹیت کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ دایہ کا کام کرتی تھی علم موسیقی علم ہندسہ علم ہیئت اور فن ورزش جسمانی نیز یونانی علم ادب حاصل کرنے کے بعد اس نے سنگتراشی کا کام شروع کیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اُسے چھوڑ دیا۔ اسکی خانگی زندگی اسکے لئے زیادہ خوشی کا موجب ہوتی۔ اسے اپنی بیوی انتھی پی کی طرف سے چنداں آرام نہیں مل سکتا تھا۔ اس کے لڑکے کُند ذہن اور سادہ لوح تھے۔ دستکاری کو چھوڑ کر سقراط نے تعلیم کا کام اختیار کیا۔ اور اس نے اپنا ہی طریق تعلیم ایجاد کیا۔ جس کی وجہ سے اُسنے بہت شہرت پائی۔ اس امر کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہو۔ کہ افلاطون جیسے طباع صاحب شعور اس کے شاگرد تھے۔ اور انہیں اپنے اُستاد پر فخر تھا۔ سقراط کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی۔ اور اس نے علانیہ کہا۔ کہ میں خدا کی طرف سے خاص غرض کیلئے بھیجا گیا ہوں اس نے خیال کیا۔ کہ نہ صرف اپنی ذات ہی کی بلکہ دوسروں کی اصلاح کا کام بھی خدا کی طرف سے اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ اس مقولہ کی اہمیت کو جو اس کے کئی سو سال بعد زبان زد خلائق ہوا کہ طبیب کو اپنا علاج کرنا چاہیئے خوب سمجھتا تھا۔ اپنے ذاتی تعلیم کا کوئی موقعہ وہ ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اسے اپنے نقائص کا پورا علم تھا۔ اور اپنے وعظ ولکچروں پر گھمنڈ نہ تھا۔ اُسے ان لوگوں کے ساتھ جو غلط راہ اختیار کرتے بہت ہمدردی تھی۔ اور وہ ان لوگونکو روک کے بہت خوش ہوتا۔ جو راہ راست پر قدم مارتے۔ اسکی زندگی پارسایانہ تھی۔ زیلوفن اس کی نسبت لکھتا ہے۔ کہ کوئی شخص بھی سقراط کی نسبت نہیں کہہ سکتا کہ اس نے کبھی کوئی مذموم کام کیا ہو یا مُنہ سے کوئی ناپاک لفظ نکالا ہو۔

اُس زمانہ میں خدا کی وحدانیت کا مسئلہ ممالک مغرب کے لوگوں پر نہ کھلا تھا گو یونان تعلیم و تربیت کا گھر تھا لیکن لوگ پھر بھی اندھیرے میں ادھر اُدھر ٹٹول رہے تھے مختلف قسم کے قصے کہانیوں پر اُن کا اعتقاد تھا۔ اور ایک کثیر التعداد دیوتاؤں اور دیویوں کی وہ پرستش کرتے تھے۔ اس قسم کے اعتقادات اور پرستش سے سقراط بیزار تھا۔ اس کا پختہ اعتقاد یہ تھا۔ کہ خدا ایک ہے اور وہ خالق اس دُنیا کا ہے۔

اُس کا خیال اللہ تعالےٰ کی ہستی کی نسبت جو زندہ و رحیم و کریم ہے۔ ان قصوں کے

بالکل منافی تھا جو اس کے ہموطن دیوتاؤں اور دیویوں کے کارناموں کے متعلق اُسے سُناتے تھے۔ ان کے بعض کام تو اس قسم کے ظاہر کئے جاتے تھے کہ ان سے بدترین انسان بھی پرہیز کرتے ہیں۔ تاہم انہیں ایسے دیوتاؤں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ جو اپنی پرستش بھی کرانا چاہتے ہیں لیکن سقراط پرستش ان کی نہ کر سکتا تھا۔ باوجود اس قسم کے اعتقاد کے اس نے اپنے اہل ملک کے اعتقادات کی کُلیتہً مذمت نہ کی لیکن اس نے ان پر یہ الزام لگایا۔ کہ انہوں نے اپنے مذہب کو ناپاک قصے و کہانیاں ملا کر خراب کر دیا ہے +

خدا کی ہستی کے ثبوت میں جس کی پرستش کرتا تھا۔ اس نے لوگوں کی توجہ قدرت کے ان عجائبات کی طرف مبذول کی جو دُنیا میں بخشش اور خیر اندیشی کی تہ میں ہیں۔ اس کا اپنا رُوح بالکل پاک تھا۔ اور اس کا اعتقاد تھا کہ خدا انسان کے دل میں نشانات کے ذریعہ القا کرتا۔ اور اسے متنبہ کرتا ہے۔ اسے پُختہ خیال تھا۔ کہ اس کے اندر ایک محافظ رُوح ہے۔ یہ سب باتیں اس کے ہموطنوں کے لئے عجائبات میں سے تھیں۔ اور اسلئے ایک الزام اسکے خلاف یہ تھا کہ اُس نے نئے خداؤں کا رواج دیا ہے +

سُقراط کی زندگی فی الحقیقت نہایت سادہ تھی۔ سرما اور گرما ہر دو موسم میں وہ ایک ہی کوٹ پہنا کرتا تھا۔ اسکی خوراک نہایت غریبانہ تھی۔ وہ ننگے پاؤں اور بغیر قمیص پہنے چلتا تھا۔ وہ اپنی ذات کی پرواہ نہ کرتا۔ تاکہ دوسروں کو تعلیم دینے کیلئے وہ زیادہ تر آزاد ہو جائے اپنے تمام آرام و آسائش کو اس نے قربان کر دیا تھا۔ تاکہ وہ اس غرض کو بہترین طور پر سرانجام دے سکے جو اسکے اعتقاد میں خدا نے اُس کے سپُرد کیا تھا۔ وہ اپنا وقت زیادہ تر منڈیوں۔ بازاروں اور کُشتی گاہوں میں صرف کرتا۔ اور واعظوں۔ مدبروں۔ کاریگروں۔ مزدوروں صنّاعوں اور دیگر اہل حرفہ سے گفتگو کرتا تھا +

اپنی عقلمندی کے باعث سُقراط بہت بڑا آدمی تھا۔ اور اخلاقی نکتہ خیال سے بھی وہ کم نہ تھا اسے اپنے ملک سے جس کا وہ ایک لائق شہری تھا محبت تھی۔ لیکن اس کی حُبّ الوطنی کے خاص دائرہ کے اندر محدُود نہ تھی۔ وہ تمام دُنیا کو اپنا وطن خیال کرتا تھا۔ وہ بہت دلیر بھی تھا اس نے پیشہ میں بطور ملازمت کی۔ اور اسی بی اڈیز کی جان بچائی +

اس خدائی آواز نے جو اسکے اندر بول رہی تھی ان سے ملکی معاملات میں دخل دینے سے روک دیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کا کچھ خیال نہیں رکھا۔ اور آخرش اس کے چند پولٹیکل ہمعصروں کی دُشمنی ہی کے باعث اسے شہید ہونا پڑا +

۴۰۶ سنہ قبل مسیح سے وہ سینیٹ یعنے مجلس مُدبرین کا ممبر تھا۔ ارجی نیوسی کے فتوحات کے متعلق تحقیقات کے پہلے دن ہی اس نے پرائی ٹینس کا پریزیڈنٹ ہونے کی حیثیت سے کلگرینس کے اس خلاف قانون و خلاف آئین تجویز کی مخالفت میں کہ اس مجلس ہی کی رائے پر آٹھ جرنیلوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جائے اپنی آواز بلند کی اس مخالفت میں بعض لوگ اسکی تائید میں کھڑے ہوئے لیکن بعد میں جب انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو یہ اکیلا اڑا رہا۔ اس کے دو سال بعد جب چاروں طرف ظلم و ستم کا راج تھا مجلس مدبرین نے جسمیں تیس ممبر تھے پانچ شہریوں کو جن میں سقراط بھی تھا حکم دیا کہ وہ سلامس کی طرف جائیں۔ اور وہاں سے لیون نامی شخص کو لائیں جس کے خلاف مجلس مذکور نے فتوئے موت دے رکھا تھا لیکن سقراط ہی نے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کیا۔ قدرتاً اس مجلس کے ممبر اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اور وہ اس امر کی دھمکی ہی دیتے تھے۔ کہ مجلس اُسے اس خاص قانون کے ماتحت سزا دے سکتی ہے جس کے رُو سے علم مناظرہ کا سکھلانا منع ہے۔ لیکن از سر نو قائم کردہ جمہوری سلطنت کے لئے مقدر تھا کہ اس پر مقدمہ کھڑا کرے۔ اور بعد تحقیقات کثرت رائے سے اُسے ملزم گردان کر اُس کی موت کا حکم صادر کرے۔ مگر افسوس ہے ایسی جمہوریت پر اور لعنت ہے ایسی کثرت رائے پر + اگر جمہوری حکومتیں ایسی اندھی ہیں کہ وہ سقراط جیسے طباع شخص کی قدر نہیں کرتیں۔ اور اسے سزائے موت دیتی ہیں تو وہ اس قابل نہیں کہ انہیں کسی قسم کے اختیارات دئیے جائیں +

سقراط پر الزام لگانے والے تین کس تھے ایک تو لیکن جو کہ ایک بڑا خوش تقریر شخص تھا دوسرا انی ٹس جو دباغ تھا۔ اور تیسرا میلیٹس شاعر تھا۔ یہ سب علاقہ فیل کی طرف سے جمہوریت کے دلدادگروہ کے ممبر تھے۔ پہلا الزام یہ تھا کہ سقراط ریاست کے تسلیم کردہ دیوتاؤں کا انکار کرتا ہے۔ اور نئے خداؤں کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا یہ تھا کہ وہ نوجوانوں کو بگاڑتا ہے

آؤ دیکھیں کہ سقراط نے ان الزامات کو کیسے رد کیا۔ اس نے ان کے جواب سوچنے کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اور نہ اس نے ججوں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور بڑی دلیری سے کہا کہ جو الزامات اس پر لگائے گئے ہیں وہ ان سے بری ہے۔ اس نے میلیٹس کو سامنے بلایا اور ثابت کر دیا کہ وہ خود اپنی باتوں کی تردید کرتا ہے۔ بحث کرتے وقت اس نے میلیٹس کے منہ سے نکلوایا کہ سقراط بالکل دہریہ ہے۔ لیکن سقراط نے بتلایا کہ میلیٹس کا یہ کہنا کہ سقراط دہریہ ہے اور نہ نئے اور نہ پرانے خدا کو مانتا ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس نے یہ الزام لگایا ہے کہ سقراط نئے نئے خداؤں کا رواج دیتا ہے۔ اس نے اپنے بڑے بھاری دشمن میلیٹس سے کہا کہ تم کاذب ہو۔ یہاں تک کہ تم کو خود اپنی ذات پر بھی یقین نہیں۔ بعد میں سقراط نے بڑے مدلل طور پر باقی الزامات کو رد کیا +

میلیٹس سے اس نے اسبات کا اقرار کروایا کہ وہ اور سینیٹ (مجلس مدبرین) اور ہر ایک شخص جوانوں کی حالت بہتر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور پھر اس سے پوچھا کہ آیا اس کا اثر بمقابلہ تمام لوگوں کے مجموعی اثر کے زیادہ ہے یا کم۔ اس طرح میلیٹس کا منہ اس نے بند کیا اور پھر بڑی متانت سے کہا کہ بعض یہی کہیں گے۔ کہ کیوں سقراط تمہیں اس طرز کی زندگی سے شرم نہیں آئی جس کی وجہ سے تم قبل از وقت اس جہان سے کوچ کرنیوالے ہو۔ اس کا صاف جواب یہ ہے کہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو ایسا خیال کرتے ہیں۔ جو شخص کسی خیر کے لئے ہی بھلا کر رہا ہے اسے مرنے یا زندہ رہنے کا خیال نہ رکھنا چاہئے۔ اسے صرف اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ آیا وہ راستی پر ہے یا غلطی پر۔ اور آیا وہ ایسا کام کر رہا ہے جو نیک آدمی کرتے ہیں یا بد جہاں کہیں انسان کھڑا ہے خواہ وہ مقام اس نے خود پسند کیا ہے یا اس مقام پر اس کے حاکم نے اسے کھڑا کیا ہے۔ اسے اس جگہ خطرہ کے وقت بھی قائم رہنا چاہئے۔ اسے کسی اور بات کا سوا بدنامی کے خیال نہ رکھنا چاہئے۔ پھر سقراط بولا کہ: میرا چلن واقعی عجیب معلوم ہوتا ہوگا۔ اور کہا کہ اے اہالیان ایتھنز اگر ان جرنیلوں کے حکم کے مطابق جن کو تم نے پوٹیڈیا امفیپولس اور ڈیلیم میں مجھ کو حکومت کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ میں اس جگہ سے نہیں ہلا جہاں انہوں نے مجھے موت کے سامنے دیگر اشخاص کی طرح کھڑا کیا تھا۔ تو کیا اب

جبکہ میرا خیال اور یقین ہے کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے۔ کہ اپنی ذات اور دیگر لوگوں کا اندرون دیکھو اور ایک فلاسفر کا فرض ادا کرو۔ تو کیا مجھے موت کے ڈر سے یا کسی قسم کے خدشہ سے اپنے عہد کو چھوڑ دینا چاہئے۔ موت کا ڈر بیشک دانا کے لئے ایک بہانہ ہے۔ لیکن اس کی دانائی حقیقی نہیں۔ کیونکہ ڈر ایک نامعلوم بات کا فرضی علم ہے۔ اور لوگ نہیں جانتے کہ موت جسے انسان ڈر سے ایک بہت بھاری مصیبت خیال کرتا ہے ممکن ہے کہ وہ ایک نعمت عظمیٰ ہو۔ پس یہی ایک امر ہے جس پر میرا اور دوسروں کا اختلاف ہے! اور جس کے باعث میں اپنے آپ کو تمام عوام سے زیادہ دانا خیال کر سکتا ہوں۔ اگرچہ مجھے اس دنیا کا علم بہت تھوڑا ہے۔ بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ مجھے علم بالکل نہیں لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اپنے سے بہتر ہستی کے ساتھ خواہ وہ انسان ہو یا خدا بے انصافی کرنا یا اسکی حکم عدولی کرنا ایک بدی ہے اور ذلّت ہے۔ میں ہرگز نہیں ڈرتا اور میں یقینی بدی کے مقابلہ میں اس نیکی کو جس کا فقط امکان ہی ہے ترجیح دیتا ہوں +

پھر سقراط نے کہا۔ کہ اگر تم مجھے یہ کہو کہ ہم اس وقت انی ٹس کی کچھ پرواہ نہیں کرینگے اور تمہیں اس شرط پر چھوڑ دیں گے کہ تم آیندہ اس طریق پر تحقیقات اور استدلال کرنا چھوڑ دو۔ اور یہ بھی کہو کہ آیندہ اگر ہم تے اسی طرح کیا تو مجھے قتل کیا جائیے۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں۔ کہ اے اہل ایتھنز مجھے تم سے محبت ہے۔ اور میں تمہاری عزت کرتا ہوں لیکن میں بجائے تمہاری تابعداری کرنے کے خدا کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ اور جب تک مجھ میں جان ہے اور طاقت ہے۔ میں فلسفہ کی مشق کرنے اور پڑھانے سے باز نہیں رہونگا۔ ہر ایک کو جو مجھ سے ملیگا اپنے طرز پر نصیحت کرونگا۔ اور اُسے قائل کرونگا۔ کہ ایتھنز جیسے مشہور۔ زبردست اور دانا شہر کے رہنے والوں کو بہت دولت عزت اور شہرت کو حاصل کرنے کی زیادہ پرواہ نہ کرنی چاہئیے۔ بلکہ راستبازی عقلمندی اور رُوح کی اعلیٰ درجہ کی اصلاح کا بہت خیال رکھنا چاہئیے۔ جس کی طرف وہ بہت کم متوجہ ہیں۔ اور اسکی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ اور میں یہی بات ہر ایک کو۔ جو میرے پاس آتا ہے کہتا ہوں خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا شہری ہو یا اجنبی۔ یہ باتیں شہریوں سے

سے بالخصوص کہتا ہوں - کیونکہ وہ میرے بھائی ہیں تمہیں معلوم رہے کہ خدا کا یہی حکم ہے اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس ملک کو آج تک اتنا بڑا فائدہ کبھی نہیں پہنچا جتنا کہ اب میری اس طرح خدا کی خدمت کرنے سے پہنچتا ہے - میں صرف پھرتا ہوں اور سب کو ترغیب دیتا ہوں بلالحاظ عمر کے - کہ تم اپنی ذات اور جائداد کا خیال نہ کرو - بلکہ سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے روح کی اصلاح کی فکر کرو - میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ نیکی دولت سے حاصل نہیں ہوتی - بلکہ نیکی کی وجہ سے مال ملتا ہے - اور انسان کو دیگر قسم کی خوبیاں حاصل ہوتی ہیں - خواہ ان کا تعلق عوام سے ہو یا اپنی ذات سے - بس یہ میری تعلیم ہے - اور اگر اس سے جوان بگڑتے ہیں - تو بے شک میرا اثر تباہ کن ہے - لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ میری تعلیم نہیں تو وہ جھوٹ بولتا ہے - میں تمہیں اے اہل ایتھنز کہتا ہوں کہ خواہ انی ٹس کے حکم کی تعمیل کرو یا نہ کرو - اور خواہ مجھے چھوڑ دو یا نہ چھوڑو - تم کچھ ہی کرو میں اپنا طرز نہیں بدلونگا خواہ مجھے بار بار زندہ ہو کر مرنا ہو +

سقراط نے لوگوں کو سمجھایا - کہ اگر اسے مار ڈالینگے تو اُن کا اپنا ہی نقصان ہو گا - نہ کہ اُن کا - اور اس نے لکھا کہ بدتر آدمی بہتر آدمی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا - اس میں کچھ شک نہیں کہ اس جیسا کوئی بھی شخص وہاں نہ تھا - اس نے اپنے تمام آرام و آسائش کو دوسروں کی خاطر قربان کر دیا - اور اس نے لوگوں کو جگا کر ریاست کو اچھی حالت میں کھا

سقراط نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر کہا کہ میں اپنے معاملہ کو خدا کے اور تمہارے سپرد کرتا ہوں تا کہ تم ایسا فیصلہ کرو جو تمہارے اور میرے لئے بہترین ہو - تقریر کے بعد سینٹ یعنے مدبران ملک کی رائے لی گئی - دو سو اسی ممبران نے اسے ملزم قرار دیا اور دو سو بیس نے اسکے حق میں رائے دی - رائے دہندگان کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمعصروں کے معاملہ میں کس قدر بزرگ شخص تھا - اور اپنے زمانہ میں اس نے کس قدر ترقی کی ہوئی تھی - ان لوگوں کی کثرت رائے نے جو کہ سلطنت میں جدید و سرکردہ خیال کئے جاتے تھے - سقراط پر فتوی قتل جاری ہونا ظاہر کرتا ہے کہ بمقابلہ سقراط کے لوگوں کی علمی اور ذہنی حالت کیسی پست تھی +

سنّی و شیعہ

(مذہب جس میں کوئی فرقہ نہیں)

یورپین اخبارات کے مطابق برٹش گورنمنٹ نے ہندوستانی مسلمانوں کی وساطت سے عثمانی ترکوں سے دُنیا کی دو سب سے بڑی مسلم طاقتوں یعنی برطانیہ عظمٰے اور ٹرکی کے مابین قیام صلح کے لئے اپیل کی ہے۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ کہ اسلامی دُنیا اور اسکے مذہبی تفرقوں کے متعلق چند امور روشنی میں لائے جائیں۔ اسلامی دُنیا سے باہر بہت کم ایسے لوگ ہیں جو کہ اسلام کے مذہبی اختلافات سے واقف ہیں جو کہ اسلام کے مذہبی اختلافات سے واقف ہیں +

یہ اختلافات محمد (صلعم) کی وفات کے بعد شروع ہوئے۔ اور ان کی جڑ خلافت یعنی محمد (صلعم) کی بحیثیت لیڈر قوم جانشینی تھی۔ خلافت کے دعویداروں کے مابین بہت سے جنگ ہوئے۔ اور سب سے عظیم الشان شخص جو مقتول ہوا وہ حضرت علیؓ تھا۔ آپ کے بیٹے حسنؓ و حسینؓ معاویہؓ سردار عرب کے مقابل پر لڑائی میں کام آئے۔ کربلا (جو کہ اس وقت انگریزوں کے ہاتھ میں ہے) کے نزدیک جو لڑائی ہوئی جہاں حسینؓ قتل کیا گیا۔ اسلامی تاریخ کا ایک سیاہ ورق ہے۔ کیونکہ اس واقعہ سے مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد پڑی۔ اس اختلاف کے دوران میں ہی اماموں کا وجود ظہور میں آیا جن کو اسلامی عقائد کا مشرح و تاویل کنندہ قرار دیا گیا حضرت علیؓ کی نسل سے بارہ امام ہوئے جن میں حضرت علیؓ سب سے پہلا اور حسنؓ و حسینؓ اس کے بیٹے اور محمد (صلعم) کے بھتیجے علے الترتیب دوسرے اور تیسرے امام تھے مسلمانوں کے ایک فرقے میں حضرت علیؓ کا وجود رفتہ رفتہ دین کا ایک اعلےٰ اور ضروری جزو قرار پا گیا۔ یہاں تک کہ بہتیرے عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت علیؓ قالب انسانی میں خدا تھا۔ یعنی انسان خدا۔ اس امر میں ہم اسلام کا عیسائیت سے ربط پاتے ہیں۔ لیکن اماموں میں سے سب سے بڑا امام چھٹا امام جعفرؓ صادق تھا جو کہ ان اسلامی عقائد کا موجد اور اشاعت کنندہ تھا۔ جس کے ماننے والے شیعہ کہلاتے ہیں۔ ایران اور عراق و عرب کے مسلمانوں کا اکثر حصہ شیعہ ہیں شیعہ اور دیگر مسلمانوں میں ایک دیرینہ اور اہم اختلاف ہے۔ اول الذکر کو ہم متبعین علیؓ سے نامزد کر سکتے ہیں اور مؤخر الذکر کو محمدی سے + محمدیوں میں چار امام ہوئے ہیں۔ یہ چہار امام سنیوں کے پیشوا ہیں۔ ان میں سے پہلا مالکؒ تھا۔ اور

نمبر یعنی جولائی میں اس کا جواب جو مسٹر سی ایس سلج کی طرف سے شائع ہوا۔ وہ بھی درج کیا جاتا ہے۔ جس میں انہوں نے مسٹر ایم۔ گڈ۔ جناف کی غلط بیانی کی تردید فرمائی ہے۔ ایڈیٹر

اسکے متبعین مراکو۔ الجیریا۔ ٹیونس اور ٹریپولی میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا شاگرد اور دوسرا امام شافعیؒ تھا۔ اور اسکے پیرائے مصر۔ شام عراق۔ خراسان اور ایران میں پائے جاتے ہیں بعد ازاں مصر اور شام میں امام ابو حنیفہؒ کی تعلیم زور پکڑ گئی اور ایران عراق اور خراسان میں شیعہ پھیل گئے تیسرا امام حنبل تھا مگر ان کے متبعین کی تعداد بہت قلیل ہے۔ سنیوں کا سب سے بڑا امام اور فقیہ امام اعظم امام ابو حنیفہ تھا۔ اسکی تعلیم ترکوں کے عہد حکومت میں کثرت سے پھیلی اور عثمانی ترک حنفی ہیں حنفی ہندوستان اور وسط ایشیا میں شیعوں کے متوازی پائے جاتے ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں سے نصف حنفی ہیں۔ تو اس تعداد میں کثرت سے حنفی ہیں۔ مگر بہت سے ان میں ایسے بھی ہیں جو کہ دوسرے تین اماموں کی اتباع کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اسلامی دنیا دو حصوں میں منقسم ہے شیعہ جو کہ علیؓ کے زیر نگین ہیں اور سُنی جو کہ حقیقی مسلمان ہیں۔ ان کا مذہب ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ انکی طرز عبادت میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً شیعہ ترکوں کی طرح عیدین نہیں کرتے اور نہ ہی رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ اسکی بجائے وہ بہار کے آغاز میں نوروز مناتے ہیں حضرت علیؓ کے صاحبزادے حسینؓ کی یادگار میں جو کہ کربلا میں نو یوم پیاسے رہے۔ صرف نو روزے رکھتے ہیں +

ان دو گروہوں میں پھر بہت سے فرقے اور فروع ہیں مثلاً بارہ فرقے ہیں اور اڑتالیس فروع مؤخر الذکر درویشوں کے طبقے ہیں۔ ان میں خدا سے مکالمہ و مخاطبہ و زہد کا میلان پایا جاتا ہے بجتاشی تناسخ کو مانتے ہیں۔ اور اس امر میں دوسرے عثمانیوں سے جو بہشت پر پکا ایمان رکھتے ہیں اختلاف رکھتے ہیں۔ بجتاشی محمد (صلعم) کو نبی بھی نہیں مانتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں یہ منصب حضرت علیؓ کے لئے ہی مخصوص تھا۔ چونکہ ان خیالات کا کامل طور پر اخفا کیا جاتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں معدودے چند لوگ ہی ان سے واقف ہیں +

جس طرح عیسائی دُنیا میں بہت مذہبی اختلاف ہیں اسی طرح اسلامی دنیا میں بھی ہیں۔ مشرقی اعتقادات نے ہر دو اسلام اور عیسائیت میں الحاد کا بازار کھولا ہے۔ بہر حال مسلمانوں میں جیسا کہ میں پہلے کہہ آیا ہوں اختلافات نے دو ہی گروہوں کی صورت اختیار کی یعنی شیعہ اور سُنی۔

ڈی۔ گرڈ جنا

جواب از طرف سی ایس سلج

یہ امر رنجدہ ہے۔ کہ اسپر میٹو بھی یورپ کے طرز عمل کے مطابق اسلام کے متعلق غلط بیانی پھیلانے

کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ میں اس امر پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ کہ اسلام ایک اچھا یا بُرا مذہب ہے۔ مگر اتنا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص کسی مذہب کے متعلق قلم اُٹھائے۔ تو کم از کم صحیح واقعات کو بیان کرنا چاہئے۔ ایم گیڈ جناف کے مضمون کا اکثر حصہ اسلام کے متعلق ایک محض غلط نقشہ پیش کرتا ہے +

اول تو تمام مضمون کا ماحصل مجھے یہی نظر آتا ہے۔ کہ مسلمان دو حصوں میں منقسم ہیں۔ اول جو محمد (صلعم) کی اتباع کرتے ہیں۔ اور دوسرے جو حضرت علیؓ کی۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی کلمہ کو مانتے ہیں یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ تمام مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ کہ قرآن لفظ بلفظ خدا کی طرف سے نسل انسانی کیلئے ایک الہامی ہدایت ہے +

اسلام میں زندگی کا ایک شعبہ قرآن کے ماتحت ہونا چاہئے۔ اسی لئے اسلامی سلطنتوں کے قانونِ عدالت کی بنیاد قرآن پر ہی ہے۔ مالک۔ حنیفہ اور شافعی اور ہمچو دیگر اشخاص صرف فقہاء تھے۔ جنہوں نے محنت شاقہ سے بہت سے قوانین تمدن کی تحقیق و تدقیق کی۔ یہ جنہیں فرقے کہا جاتا ہے صرف اسلامی دنیا کے مختلف حصص میں جو یا تو امام ابو حنیفہ یا کسی اور فقیہہ کی اتباع کرتے ہیں۔ ان فرقہ جات میں سب سے بڑے شیعہ اور سنی ہیں۔ یہ امر یقینی ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ کے قتل کے بعد ایران کے مسلمانوں نے خلفاء کے قانون دیوانی پر عمل کرنے سے انکار کیا۔ مگر باوجود اس کے شیعہ اور سُنی کے مذہب میں اختلاف نہیں۔ ہم لندن میں نماز پڑھتے ہیں اور شیعہ اور سُنی یکجا ایک ہی طرز پر نماز ادا کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا مضمون میں میں نے یہ بھی پڑھا کہ "ان کا مذہب ایکدوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً شیعہ ٹرکش کنفرمیشن نہیں مانتے۔ اور نہ ہی رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ اسکی بجائے وہ بہار کے آغاز میں نوروز مناتے ہیں اور حضرت علیؓ کے صاحبزادے حسینؓ کی یادگار میں جو کربلا میں نو یوم پیاسے رہے صرف نو روزے رکھتے ہیں" یہ جملہ بالکل غلط ہے۔ میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بالکل نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ٹرکش کنفرمیشن سے کیا مراد ہے۔ تمام مسلمانوں کا ایک ہی ماہ رمضان ہے اور وہ اسمیں یکساں روزے رکھتے ہیں۔ نوروز قدیم ایران کا سال نو کا تہوار ہے۔ جو اب تک ایران میں چلا آتا ہے حالانکہ اسلامی جنتری کی اقتدا کیجاتی ہے۔ بالآخر مسٹر گڈ جناف نے جو کچھ درویشوں کے فرقوں کے متعلق لکھا ہے۔ یہ انکی لاعلمی کا دوسرا ثبوت ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آیندہ اگر کوئی صاحب مذہب کے متعلق کوئی

تصنیف و تالیف کریں۔ تو وہ پہلے واقعات کی تصحیح فرمالیں فقط چارلس الیس سلیج سکرٹری سوسائٹی مسلمانان لندن

اسلامک ریویو:۔ مندرجہ بالا مضمون کے دیکھنے پر ہمارے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی مسٹر گڈ جناف جنہوں نے غالباً مغرب کے کلیسیا کی بے ہنگم تعلیم کے زیر اثر پرورش پائی ہے اسلام میں بھی اپنے مذہب کا نقشہ دیکھے بغیر نہ رہ سکے۔ بدقسمتی سے شاہ کونسٹنٹائن کے حلقۂ عیسائیت میں داخل ہونے کے وقت سے مغرب میں کلیسیا سلطنت کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی مانند رہا ہے۔ لیبا اوقات سلطنت کے ذی اقتدار اشخاص کے مفید مطالب سیاسی آراء کو ظاہر کرنے یا حسب منشا بنانے اور پولیٹیکل مدعا کے حصول کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ انگلینڈ میں بھی یہ علیحدگی اپنی اغراض کے ماتحت اختیار کی گئی۔ اور پوپ کی اطاعت کا جوا سلطنت کی چالبازیوں کیلئے نہ کہ عوام کے ارتقاء روح کے لئے گردن سے اتارا گیا۔ شاہ ہنری ہشتم کے وقت سے آج تک کلیسیا کی یہی حالت ہے لہذا یہ امر موجب استعجاب نہیں کہ مسلمانوں میں شیعہ اور سُنی کا گذشتہ پولیٹیکل اختلاف بھی جہالت سے مذہبی اختلاف پر محمول کیا جائے۔ مگر اسلام میں یہ بات نہیں۔ ایک مذہب جس کی کتاب مقدس انسانی دست و برد سے محفوظ رہی (وہ کتاب جس کی صحت پر مخالفین نے بھی شک نہیں کیا) اور تمام مذہبی ضروریات کو تمام و کمال اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ مذہب کے بنیادی اصولوں میں کسی تفریق و اختلاف رائے کو جائز نہیں رکھ سکتی۔ برخلاف اسکے اول تو ہمیں مسیح کے حالات سے ہی بہت کم واقفیت ہے۔ اسکی تمام زندگی ایک معمہ ہی ہی۔ بیشک اس نے یہودی مذہب کے رسمی پہلو کا استیصال کیا۔ مگر وہ اس کا بدل نہ دے سکا۔ یہانتک کہ مغرب میں پولوس جو کہ مسیح مذہب کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔ اور جو کہ درست بھی ہے۔ مگر پولوس حامل وحی نہ تھا۔ لہذا یہ بالکل فطرتی امر تھا۔ جو کہ مذہبی مسائل کی بہم مجالس میں چھان بین کیجاتی۔ اور عقاید مذہب کو وقتاً فوقتاً تبدیل کیا جاتا۔ مسیحی کلیسیا کی یہ ناگوار صورت اس کے تمام فرقوں اور فروعات کی بہت حد تک ذمہ وار ہے۔ مگر اسلام کا نقشہ ہی مختلف ہے۔ قرآن کریم جو اسلام کا سرچشمہ ہے۔ ہم تک اپنی اصلی صورت میں پہنچا اور رسول اکرم کی زندگی کے حالات کی صورت میں کبھی معرض اعتراض میں نہیں لائی گئی +

قرآن کریم نے مذہبی اصولوں کو ایسی وضاحت سے بیان کر دیا۔ کہ اسلام ہمیشہ اختراعات سے پاک رہا۔ اگر عیسائیت کم از کم پانسو فرقوں میں منقسم ہو گئی۔ تو ہندو ازم بھی ایسے مختلف اور

ناقابل تطبیق عقائد کا باعث ہوئی ۔ کہ باوجود اسکے بیشمار فرقوں کے اختلافات عظیمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بالکل ناممکن ہو کہ اسکی ایسی جامع تعریف کی جا سکے جو تمام فرقوں اور فروعات پر حاوی ہو ۔ دنیا کے ہر ایک مذہب کے لئے یہی مقدّر تھا ۔ علاوہ ازیں جو مذہب قرآن کریم نے تعلیم کیا وہ ہر ایک قسم کے تحکّم و رسوم اور شخصیّتوں سے پاک ہے ۔ اس نے انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ کیلئے سادہ بنیادی اصول بتا کر زمانے کے حالات اور ضروریات کے ماتحت انسانی تعلیم و تربیت کی عمارت کی تکمیل ہم پر چھوڑ دی ۔ اور ان کو ایسی صفائی سے بیان کر دیا کہ ان میں کسی تفرقہ کی گنجائش ہی نہ رکھی اسی لئے اسلام ہمیشہ تفریق و بدعات سے پاک رہا +

اسلام کے بنیادی اصول

اوّل ضروری ہو کہ ہر ایک مسلم مندرجہ ذیل باتوں پر ایمان رکھے (۱) وجود باریتعالےٰ (۲) وجود ملائکہ (۳) کتب الہامیہ (۴) مرسلین (۵) یوم آخرت (۶) خیر و شر کے مقرر کردہ اندازے (۷) بعثت بعد الموت ۔ یہ سات اصول ایک نہ ایک رنگ میں ہر ایک انسانی سوسائٹی کے بنیادی اصول ہیں ۔ جونہی کہ انسان نے اپنی فطری حالت سے قدم باہر رکھا ۔ اور سوسائٹی میں رہنا شروع کیا ۔ تو اسے ضرور کسی نہ کسی قسم کے قانون و قاعدے کو اختیار کرنا پڑا ۔ جو باہمی حقوق و معاہدات کی حد و بست کرے ۔ جس کے بغیر دو آدمی بھی باہم گذارہ نہیں کر سکتے ۔ قانون کے وضع کرنے اور اسے قوتِ داتن دینے کیلئے دنیا کو کسی نہ کسی رنگ میں مندرجہ بالا اسلامی اصولوں کو اختیار کرنا پڑا ۔ ان بنیادی اصولوں کی چھان بین کرو جن پر ہر ایک سوسائٹی کا خواہ اس میں تہذیب ایک جھلک ہی ہو انحصار ہے ۔ اور آپ کو مندرجہ ذیل امور نظر آئینگے +

ہر ایک انسانی سوسائٹی کے بنیادی اصول	اسلام کے بنیادی اصول
(۱) منبع قانون (یعنے بادشاہ یا کوئی اعلےٰ سیاسی طاقت)	(۱) اللہ ۔ سرچشمۂ قانون یا شریعت
(۲) کارپردازانِ قانون	(۲) کارپردازانِ رضائے الٰہی یعنی فرشتے
(۳) قانون	(۳) (خدا کی کتابیں) کتب الٰہیہ
(۴) وہ اشخاص جنکو قانون سب سے پہلے پہنچتا ہے اور جو دوسروں تک پہنچاتے ہیں	(۴) خدا کے رسول
(۵) عدالت ہائے انصاف	(۵) یوم آخرت

(۶) غرض و غایت جو قانون کے مرتب کرنے میں ایک رہنمائی اصول ہے	(۶) ربانی اندازۂ خیر و شر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
(۷) ہمارا جزا یا سزا کیلئے حاضر ہونا ۔ ۔ ۔ ۔	(۷) حشر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ کہ ایک عالم الغیب اور قادر ہستی ہی نہایت قابل اعتماد سرچشمہ قانون ہو سکتی ہے ایک سچائی ہے اور جب آپ اللہ کو حقیقی مبداء قوانین تسلیم کر لیں گے ۔ تو ملائکہ ۔ کتب آلہیہ ۔ مرسلان یزدانی ربانی اندازہ خیر و شر اور بعثت بعد الموت پر ایمان اس کا لازمی نتیجہ ہو گا ۔ اور کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہر ایک مہذب سوسائٹی جو قانون کو سوسائٹی کی روح رواں مانتی ہے ۔ اپنے مفہوم میں مسلم ہے ۔ یہ اسلام کے سات اصول ہیں ۔ اسلام کے معنے قوانین قدرت کی تابعداری ہے اور قانون پر ایمان دوسری سچائیوں کے ماننے کو لازم ٹھیراتا ہے ۔ تمام اسلامی دنیا اسلام کے ان اصول عظیمہ کو مان کر قرآن کریم کو قانون کی ایسی کان مانتی ہے ۔ جو کہ ہر ایک قانون کو جو محمد (صلعم) یا آپ سے پہلے وحی کیا گیا دہراتی ہے ۔ اور قانون کی تشریح کے لئے وہ سب کے سب محمد (صلعم) کے سوا جس کا قول و فعل قرآن کی ترجمانی کرتا ہے ۔ اور کسی کی طرف رجوع نہیں کرتے ۔ اسلام میں ہر ایک دوسرے حکم پر لازم ہے ۔ کہ خدا اور اسکے رسول کے آگے سر تسلیم خم کرے ۔ آپنے کیا ہی خوبصورت بات کہی ہے ۔ کہ "میرا کلام خدا کے کلام کا ناسخ نہیں بلکہ خدا کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے" ان پر از ہدایت الفاظ کو ہاتھ میں لیکر کیا ایک مسلمان اپنے دین کے بارے میں خدا اور اسکے رسول کے سوا کسی اور کی طرف دیکھ سکتا ہے ۔ اسی لئے اسلام میں انسانی وساطت شفاعت یا پادریوں کی چالبازیاں نہیں ۔ اپنی زندگی کی رہنمائی کیلئے صرف کتب الٰہیہ اور رسول اکرم کے الفاظ جو اول الذکر کی تشریح کرتے ہوں اور کسی رنگ میں اس کے ناسخ نہ ہوں ۔ پھر نظر کرنے سے مجھے ان میں زندگی کے کامل اصول اور عملی دستاویز نظر آتی ہے ۔ . . . . اس دستاویز کو عملی جامہ پہنانے اور مجھے ایک باعمل مسلم بنانے کیلئے پنج ارکان اسلام ہیں (۱) کلمۂ طیبہ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۲) نماز (۳) خیرات و زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج یہ کہ یہ پانچ آئین ہماری زندگی پر ایک عملی اثر رکھتے ہیں ۔ اور ہمیں ایک مسلم زندگی بسر کرنے اور تمام قوانین کو بجالانے کے قابل بناتے ہیں ۔ اظہر من الشمس ہے اور یہاں پر اس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ۔ بس یہ اسلام ہے ۔

شیعہ اور سنی کا ظہور

اسلام ہمیں آزادیٔ رائے اور اپنی عقل کے استعمال کا حق بخشتا ہے۔ اس نے مذہب اور زیرِ انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں جمہوریت کا اعلان کیا ہے۔ اس نے کچھ ایسے قوانین مرتب کئے ہیں۔ جو کہ دائمی اور غیر متبدل ہیں۔ مگر ایسے ہی وہ تمام قوانین ہیں جو دنیا پر حکمران ہیں۔ اور اسکو عقلاً اور اخلاقاً خوشگوار بناتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کے اصول ایسے وسیع ہیں۔ کہ وہ تمام ضروریات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ ہاں اجازت اور بے اعتدالی میں حدِ فاصل قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ غور و خوض کرنا اختلاف کے مترادف ہے۔ اور غور و خوض کی طاقت ایک الٰہی عطیہ ہے۔ "میرے پیروان میں اختلاف رائے خدا کی رحمت ہے"۔ اسلام کے واجب التکریم نبی کا قول ہے۔ اور رسول (صلعم) کی اس پسندیدگی نے ذاتی رائے اور عقل کے واجبی استعمال کے لئے ایک سُود مند راہ کھول دی جس کہ شخصیت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ رسول صلعم کی وفات پر آپ کی جانشینی کا سوال زبردست اختلاف رائے کا باعث ہوا۔ ابوبکرؓ پہلے خلیفہ تھے پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور پھر علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) مگر رسول کریم صلعم کے متبعین میں۔ ایک جماعت ایسی اٹھی کہ اُن کی رائے میں ان چار خلفاء میں سے علی ہی نبی کریم صلعم کا جائز خلیفہ تھا۔ یہ واقعہ نبی اُمیہ سے سیاسی اختلاف ہے جس کی طرف الیسپنٹو کا مضمون نگار اشارہ کرتا ہے۔ بہت پہلے ظہور میں آیا۔ اور اسے شیعہ یا فرقہ بازی کے وجود سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ ہر دو شیعہ و سُنی امورِ دینیہ میں قرآن اور رسولِ کریم کا فیصلہ ناطق مانتے ہیں اور کبھی بھی ابوبکرؓ و علیؓ کو ان پر ترجیح نہیں دیتے۔ مگر ذاتی جانچ پڑتال کے استحقاق کی حس اس قدر زبردست اور ذاتی رائے کا پاس اس قدر ملحوظ ہے۔ کہ تیرہ صدیوں کی مدت دراز کے گذر جانے پر بھی مسلمانوں نے ہمیشہ رسول پاک کی جانشینی کے دو بلا فصل دعویداروں کے حُسن و قبح پر طبع آزمائی کے لئے وقت نکالا ہے وہ جو کہ ابوبکر کے طرفدار ہوئے سُنی کہلاتے ہیں۔ اور دوسرے شیعہ۔ ان دو کے حاملوں کو اسلام کے دو فرقہ قرار دینا صرف اظہار جہالت کرنا اور مذہبی امور میں قرآنی تعلیم کی وضاحت پر داغ لگانا ہے۔ اس کے بعد مسلم فقہ ہے یعنی وہ امور جو کہ ذاتی قانون اور عبادات کے متعلق ہیں۔ اسلام میں سُنیوں میں چار بڑے فقیہہ گذرے ہیں ابوحنیفہؒ۔ شافعیؒ۔ مالکؒ۔ احمد حنبلؒ انہوں نے اس مضمون پر بیش بہا کتابیں لکھی ہیں۔ مگر اپنے دلائل میں ہمیشہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ہی استدلال کیا ہے۔

ہر ایک مسلم کو اختیار کامل ہے۔ کہ وہ اُن میں سے جن کی چاہیے اتباع کرے یا معاملات پیش آمدہ میں رسُول صلعم کی احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی فیصلہ کرلے مؤخر الذکر اہلحدیث کہلاتے ہیں اور اول الذکر اس خاص فقیہ کے نام سے موسُوم ہوتے ہیں جن کی وہ اتباع کرتے ہیں۔ مگر یہ کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں بھولنا چاہئے۔ کہ یہ تمام مختلف الخیال گروہ ایکدوسرے سے ان امور میں جو اسلام کی بنا ہیں کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔ اس مضمون کا مصنف امام ابوحنیفہؒ کو قانون فقہ اور عبادات کا بہترین شارح مانتا ہے۔ اور امُور فقہ میں عقاید حنفیہ رکھتا ہے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کا کثیر حصہ بھی حنفی ہی ہے۔ مگر باوجود اسکے کہ وہ کسی اور فقیہ سے جن کے پیراؤ موجود ہیں کسی مسئلہ میں اتفاق کریں اپنے آپکو کم مسلمان نہیں سمجھتے بہت سے حنفی عبادات میں شافعی مسلک کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں اور باوجود اسکے وہ مسلمان کے مسلمان ہیں۔ دین کی عظیم الشان عمارت باوجود ان سطحی اختلافات کے ہوتے ہوئے متزلزل نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی فرقہ جات کے موجودہ مفہوم کی گنجائش چھوڑتی ہے کیونکہ دین کے معاملہ میں تمام اسلامی دنیا کو قرآن اور رسُول کریم کی طرف ہی جھکنا پڑتا ہے۔ اور انہوں نے دین کو اس صفائی سے بیان کردیا ہے کہ مختلف الرائے لوگوں میں اس کے متعلق ایک ذرہ بھی اختلاف نہیں۔ علاوہ ازیں ہر ایک صدی میں اسلام میں بڑے زاہد اور صاحب علم وجود گذرے ہیں اُن کی اُلفت و خدمت اسلام کی کشش اور نفس کشی نے ان کے ہمعصروں پر زبردست اثر کیا۔ اور ان کے گرد ایک شاگردوں اور عشاق کا گروہ جمع ہوگیا۔ ان اولیا کے پیروکاران کے بعد باقی رہے۔ اور ہر ایک آئندہ نسل ان سے عزت اور توقیر سے پیش آتی رہی۔ یہ پیروکار بعض اوقات ان مسلم اولیاء کے نام سے موسُوم کئے گئے ہیں مثلاً قادری چشتی نقشبندی سہروردی اور موجودہ صدی ان عظیم الشان عارفوں نے اسلامی علم ادب کو اسلام کی علمی تشریحات سے مالامال کیا۔ مگر انہوں نے کبھی کوئی ایسی چیز نہ سکھائی نہ بیان کی جو اسلام کے اصُول حقہ کے مخالف ہو وہ باہم ایکدوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ اور گو قرآن کے تاریخی واقعات کی تشریح میں اختلاف ہو۔ لیکن یہ امر اُن کی باہمی عزت میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ ان اہم امورات میں جو اسلام اور امام کی بنا ہیں کوئی دو رائے ہیں۔ تمام احکامات تہذیبی یا اخلاقی۔ خانگی یا معاشرتی جسمانیات یا روحانیات کے متعلق ہیں۔ قرآن کریم میں اس وضاحت سے بیان کردیئے گئے ہیں۔ کہ ان میں اختلاف

کی مطلق گنجائش نہیں ۔ علاوہ ازیں رسول صلعم کی بوقلموں زندگی ہر ایک چیز کی کامل تشریح کیلئے موجود ہے۔ یہ امر ہم تمام دیگر مذہب میں مفقود پاتے ہیں۔ کہیں چلے جاؤ مسلم زندگی ۔ مسلم اخلاق مسلم سیاسیات الغرض انسانی خیالات کے ہر ایک شعبہ میں مسلم معیار اور منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ ایک ہی پاؤ گے ۔ ان مختلف الرائے گروہوں کا نام جو کہ صحیح غور و فکر کا لازمی نتیجہ ہیں ۔ اور جن کی ذاتی عقل کا پاس رکھتے ہوئے اسلام نے ہمیشہ اجازت دی ہے فرقہ رکھنا ایک ناقابل عفو غلطی ہے ۔ آپ جب تک کوئی اہم بنیادی فرق نہ دکھائیں یا ایک مذہب میں ایک امر کی مختلف توجیہوں کا نام دو فرقے نہیں رکھ سکتے ۔ مسٹر گڈ جناف کسی ایسے امر کو بیان فرمائیں جو کہ شیعہ کو سُنی سے تمیز کرتا ہو ۔ تو پھر کچھ انھوں نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے خود بخود باطل ہو جائیگا ۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نے الحقیقت معنوی طور پر فرقے ہیں ۔ ان میں اصل اصولوں میں اختلاف ہے ۔ اور پروٹسٹنٹزم کی فروع کا بھی یہی حال ہے ان کے ایمانیات میں اہم اور صریح اختلاف ہے ۔ تمام پروٹسٹنٹ تثلیث پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی بپتسمہ ایک ہے بعض کے نزدیک بپتسمہ ایک بے ضرر پانی ہے بعضوں کے نزدیک یہ تمام گناہوں کو دور کرتا ہے بعض اسکو بچوں کے لئے ضروری ٹھیراتے ہیں اور دوسرے اسکو جوانوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں ۔ اولیاء سے مکالمات میں بھی اختلاف ہے بعض کا اعتقاد ہے کہ عیسائی فوت شدہ عیسائیوں کے بدلے مردوں کے لئے دعا کر سکتے ہیں دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں ۔ سب کے سب ایک گرجا پر بھی متفق نہیں ۔ گناہوں کی مغفرت کے متعلق بھی اختلاف ہے ۔ کیا ایک پراٹسٹنٹ پادری یا بشپ لگاتار پہلے بشپوں سے برکت دیا جائے ۔ کیا کوئی دنیا دار بشپوں سے برکت دئے بغیر پادری بن سکتا ہے ۔ ان امور میں سوائے تناقض کے اور کچھ نہیں ؛

تصاویر نومسلمانان یورپ فی درجن ۱۰/

تصاویر نماز عیدین در مسجد شاہجہان ووکنگ فی درجن ۱۰/

تصاویر مجاہدان اسلام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی صدر الدین صاحب و شیخ بلال نور احمد صاحب فی فوٹو ۱/

المشتہر ۔ مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو ۔ عزیز منزل لاہور

کفارۂ فی الاسلام

اور

کفارۂ فی المسیحیّت

ان الحسنٰت یذھبن السیات ترجمہ - کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں + (قرآن سُورۂ ہود آیت ۱۱۴)

ترجمہ - ہر فعل بد کے بعد ایک عمل صالحہ سی کر جس سی فعل بد کا اثر زائل ہو جاتا ہے (حدیث شریف)

اسلام اور عیسائیت دونوں ایک ایک قسم کے کفارہ کی تعلیم دیتے ہیں - اسلام نے جس کفارہ کو جائز رکھا ہے - اسکی طرف تو مذکورہ بالا آیت اور حدیث اشعارہ کرتی ہے لیکن کلیسیا جس کفارہ کی تعلیم کرتا ہے - وہ یہ ہے کہ ایک شخص ہمارے گناہوں کا بوجھ اُٹھائے - وہ ہماری طرف سے سزا بھگتے اور اس کے اس فعل سی ہم نہ صرف سزا سے ہی بچ جائیں - بلکہ گناہ کا قلع قمع ہو جائے ہم میں سی گناہ کی سرشت مر جائے - اور صلاحیت پیدا ہو جائے - دراصل یہی حقیقت کفارہ ہونی چاہئے +

ہم نے عربی زبان کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے بار بار ان صفحات میں دکھلایا ہے کہ اس زبان سی مذہبی حقائق و مطالب کے بیان کرنے کے لئے جو الفاظ انتخاب کئے ہیں وہ ایکطرف تو ہمارے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں - اور دوسری طرف وہ اس طریق کو بتاتے ہیں - کہ جس سی وہ مافی الضمیر حقیقت ہو جائے - مثلاً انگریزی زبان میں جو لفظ اس حقیقت کے اظہار کیلئے ہے - وہ لفظ (Atone-ment) ہے جس کے معنے عوضہ دینے یا تلافی نقصان کے ہیں لیکن عربی زبان میں اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے لفظ کفارہ ہے جس کے ایک معنے تو بدل یا عوضہ کے ہیں لیکن دوسرے معنے بہت دبانے والا ہے - جس سی یہ مراد ہے - کہ گناہ

کا کفارہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ جس سے گناہ کرنے کی فطرت مرجائے مسیحی علما نے بھی کفارے کی
کی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں آدم قدیم (Old Adam)
اور آدم جدید (New Adam) بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہ کوئی کفارہ
نہیں۔ کہ چوری میں کروں اور سزا زید یا بکر بھگتے۔ اس قسم کا کفارہ کوئی عیسائیت کی
جدت طرازی نہیں۔ سب پرانے فسانہ نما مذاہب نے اسی گیت کو گایا ہے۔ ایک مرغ سے
سے لیکر انسان تک کی قربانی جو ولادت مسیح سے کہیں بہت پہلے ہر ملک میں جس پر جہالت نے
قبضہ کیا ہوا تھا موجود تھی۔ اور جس لغو عقیدے کی تردید قرآن کریم نے نہایت حکیمانہ پیرایہ
میں بہ الفاظ ذیل کی:۔

وکل انسان الزمنہ طٰئرہ فی عنقہٖ ط ونخرج لہٗ یوم القیٰمۃ کتٰبًا
یلقٰہ منشورًا ۝ اقرا کتٰبک ط کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبًا ۝
من اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہٖ ج ومن ضل فانما یضل علیہا ط ولا
تزر وازرۃ وزر اخریٰ ط وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولًا ۝ سورۂ بنی اسرائیل
رکوع ۲ آیت ۱۳ تا ۱۵ **ترجمہ**۔ اور ہمنے ہر آدمی کی بھلائی برائی کو اس کے ساتھ لازم
کرکے اسکے گلے کا ہار بنا دیا (یعنی ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے ساتھ ہے) اور قیامت کے
دن ہم (اُس کا) نامہ (اعمال) نکال اس کے سامنے پیش کردینگے (اور وہ) اسکو اپنے روبرو
کھلا ہوا دیکھ لیگا (اور ہم اس سے کہیں گے۔ کہ یہ) اپنا نامہ (اعمال) پڑھ لے (اور)۔
آج اپنا حساب لینے کیلئے تو آپ ہی بس کرتا ہے۔ جو شخص سیدھے رستے چلا۔ تو وہ اپنے ہی (ذاتی
فائدے کے) لئے سیدھے رستے چلتا ہے۔ اور جو بھٹکا تو اس کے بھٹکنے کا خمیازہ بھی اُسے
بھگتنا پڑیگا۔ اور کوئی (متنفس کسی) دوسرے (متنفس) کے بار (گناہ) کو اپنے
اوپر نہیں لیگا۔ اور جب تک ہم اس کا رسول بھیج (کر اتمام حجت) نہ (کر) لیں (کسی کو اسکے
گناہ کی) سزا نہیں دیا کرتے۔ اصلی کفارہ یہی ہے۔ کہ کسی فعل کے کرنے یا کسی عقیدہ
پر ایمان رکھنے سے انسان کے اندر گناہ کی فطرت مرجائے۔ چنانچہ یہ امر دو مذاہب کا مسلمہ
ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کس مذہب کا کفارہ نہ صرف عقل و حکمت کے نزدیک ہی صحیح ہے

بلکہ کس پر ایمان و عمل حقیقی نتائج مرتب کر سکتا ہے۔ اور چونکہ عیسائی مذہب کی تو بنیاد ہی کفارہ ہے الوہیت مسیح تو محض ایک مسئلہ کفارہ کا ایک نتیجہ ہے۔ اس مسئلہ کی تنقیح کرنے سے عیسائیت اور اسلام کا بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ دونوں مذاہب میں سے کونسا مذہب حقہ ہے +

کیا صلیب پر ایمان لانے سے ہم گناہ سے پاک ہو سکتے ہیں۔ تجربہ اس کے خلاف ہے۔ ہم مان لیتے اگر مسیحی اقوام گناہ سے پاک ہوتیں۔ وہاں کی عدالتیں جرائم کے مقدمات سے خالی ہوتیں۔ اور تو اور پادریوں کا ہی طبقہ جرائم سے پاک ہوتا۔ بیس سال ہوئے۔ کہ امریکہ میں سے ایک کتاب عدالتی امثلہ جات Judicial Rec کی بنیاد پر لکھی گئی جس میں فرقہ پادر کے جرائم مختلف عنوانوں کے ماتحت درج کئے گئے۔ اسکی ایک کاپی ہمارے دفتر* میں بھی ہے۔ اس کے صفحات کو دیکھ کر ہر انسان کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کون گندے سے گندا جرم اور رذیل سے رذیل قابل ناگفتہ فعل ہے۔ جو ان حضرات سے نہیں کیا۔ ہمارا اس سے مطلب نہیں۔ کہ عیسائیت سے باہر لوگ افعال شنیعہ میں مبتلا نہیں۔ ہر جگہ کیا عیسائی اور غیر عیسائی اچھے اور برے موجود ہیں غیر عیسائی اقوام کا یہ تو عقیدہ نہیں کہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے ہمارے گناہ دھل جاتے ہیں۔ وہ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ نیک عمل سے انسان نیک ہو جاتا ہے۔ اور کوئی عقیدہ بدی کے اثر کو زائل نہیں کر سکتا۔ انسان کے اپنے اعمال ہی اس کا خزانہ ہیں۔ اسی پر عیسائیوں کا بھی عمل ہے۔ یہ کہنا کہ ہمیں مرنے کے بعد اس عقیدے کا نتیجہ ظاہر ہوگا۔ اس قسم کی کہانیاں کسی مذہب جہالت میں موجود نہیں۔ مگر اس دقت کا کیا جواب ہے کہ اگر مسیح کی صلیب اس سزا کا عوضہ تھی جو آدم کے گناہ سے نسل آدم پر عائد ہوئی۔ جیسے کہ پولوس کہتا ہے۔ تو نسل آدم کو تو بعض سزائیں ایسی دی گئیں تھیں جو اس دنیا سے تعلق رکھتی تھی جیسے کہ کتاب پیدائش باب ۳ آیت سولہ لغایت انیس میں درج ہے +

(۱۶) اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا۔ اور درد سے تو لڑکے جنیگی۔ اور اپنے شوہر کی طرف تیرا اشتیاق ہوگا۔ اور وہ تجھ پر حکومت کریگا۔

(۱۷) اور آدم سے کہا اسواسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی۔ اور اس درخت سے کھایا جسکی

* دفتر سے مراد ہیڈ آفس ووکنگ مسجد انگلستان ہے +

بابت میں نے تجھے حکم کیا کہ اس سے مت کھانا زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس سے کھائیگا (۱۸) اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگائیگی۔ اور تو کھیت کی نبات کھائیگا (۱۹) تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائیگا۔ جب تک زمین میں پھر نہ جائے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے۔ کہ تو خاک ہے اور پھر خاک میں جائیگا ۔

اب اگر یہ سزا صحیح ہے۔ تو اسلئے کفارہ جن معنوں میں عیسائیوں نے سمجھا ہے ایک بے حقیقت امر ہے۔ کفارہ پر ایمان لاکر حسب وعدہ پولوس (رومیوں باب ۵) عیسائیوں کے گلے سے وہ سزائیں نہیں اتریں۔ جو اس دنیا کے متعلق ہے اس پر آیندہ کا قیاس کر لیا جائے۔ اب ہم اس کفارے کو پیش کرتے ہیں جس کی تعلیم اسلام نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نیکی کرنے سے انسان میں سے گناہ کی عادت زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم فرماتے ہیں۔ کہ جب تم سے کوئی بدی سرزد ہو تو فی الفور اس کے بعد بالمقابل کی نیکی کرو۔ یہ ایک قسم کی اعلیٰ اور حکیمانہ تعلیم ہے۔ اور اس کی حقیقت وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جو فطرۃ جرائم کی حقیقت سے آشنا ہیں۔ انسان میں مختلف قسم کے جذبات ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے متضاد اور [illegible] واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً رحم اور غصہ طمع اور ایثار محبت اور عداوت وغیرہ وغیرہ یہی جذبات ہمارے مختلف اعمال کے سرچشمہ ہیں۔ انہیں کی تعدیل اور تہذیب سے انسان انسان ہو جاتا ہے۔ جو مذہب ان جذبات میں کسی جذبے کے مارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ خلاف فطرۃ مذہب ہے۔ اور کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مسیح کے خطبہ پہاڑی نے غصے اور انتقام کے جذبے کو مارنا چاہا۔ یہ دو ہزار برس تو ایک مردہ قانون کی طرح چلا آیا۔ لیکن تاہم اس کو مذہبی نصب العین کا کمال سمجھا جاتا تھا۔ آج اس لڑائی نے اس کو بھی خاک میں ملا دیا۔ اور خود بڑے بڑے بشپوں نے اس کے خلاف وعظ کیا۔ حقیقی نیکی اور حقیقی بدی جوان سب جذبات کے صحیح کرنے کا نام ہے۔ حد اعتدال سے بڑھنا ہی گناہ اور جرم ہے۔ خواہ کوئی کیسا ہی نرم سے نرم جذبہ مثلاً رحم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا استعمال بے موقع ایک گناہ عظیمہ ہے۔ اب اگر بدی یہ ہے۔ کہ کوئی جذبہ اعتدال سے زیادہ ہماری طبیعت پر قابو پاکر ہم سے کوئی فعل بد کرائے۔ تو اس کا صحیح کفارہ یہ ہے۔ کہ اس فعل کے مقابل ہم جذبہ بالمقابل کو زور سے حرکت میں لائیں۔ مثلاً جس کی طبیعت میں غصہ زیادہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ غصے کا

بیجا استعمال کثرت سے گناہوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ قرآنی تعلیم یہ ہے۔ کہ ایسی حالت میں انسان رحم سے کام لے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ذیل میں فرمایا:-

الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین **ترجمہ**۔ جو خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں) میں (خدا کے نام) خرچ کرتے۔ اور غصے کو روکتے اور لوگوں (کے قصوروں) سے درگزر کرتے ہیں۔ اور (لوگوں کے ساتھ) نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے +

اس آیت میں غصہ کرنیوالے کو نہ صرف یہی تعلیم دیگئی ہے۔ کہ وہ حالت اشتعال میں نہ صرف غصے کو دبائے۔ بلکہ اس شخص کے قصور کو بھی معاف کر دے جس نے غصہ کو مشتعل کیا۔ اور پھر اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ کوئی مروت بھی کیجاوے۔ عیسائی دُنیا نے دو ہزار برس سے تو کلیسیا کے تعلیم دادہ کفارے پر ایمان رکھا۔ اور اُن کی فطرۃ سے گناہ آمیز غصہ نہ مرا۔ وہ کونسا دن یورپ پر گذرا۔ جب عیسائی قوموں میں قتل و مقاتلہ جاری نہ رہا۔ اور یہ جنگ عظیم بھی تو عیسائی قوموں میں تھا۔ جنگ کیا ہے۔ جذبہ غصہ کا بیجا اظہار تا بہ حد کمال عیسائی کفارہ مسیحی حسنات پیدا کرنے میں ناکام ہوا۔ اب اسلامی کفارہ پر عمل کیا جائے اور دیکھا جائے۔ کہ مفید نتائج اس سے مترتب ہوتے ہیں یا نہیں +

جذبہ طمع بھی ہمارے بہت سے کاروبار کا موجب ہوتا ہے۔ کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش اگر انسان میں نہ ہوتی تو یہ تہذیب و تمدن ہمیں کہیں نظر نہ آتے۔ لیکن اسی جذبہ کے ماتحت قطعاً ہو جانا انسان کو چور اور ڈاکو بنا تا ہے۔ اب اگر کسی انسان کی طبیعت پر یہ جذبہ غالب آجائے۔ تو پھر صلیب کا عقیدہ اسے چوری یا دغا بازی سے نہیں بچا سکتا۔ ہاں وہ ایسا شخص طمع کے بالمقابل جذبہ سخاوت پر عمل کرے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ خدا کا ولی نہ بن جائے آخر چوری ڈکیتی کی غرض تو لوگوں سے مال چھیننا ہے۔ جب ایک شخص اپنا مال دوسرے کو ازراہ سخاوت دینے کا عادی ہو جائے۔ تو پھر کیوں وہ دوسروں کا مال لے + یہی وہ کفارہ ہے۔ جو قرآن کریم نے تعلیم کیا۔ اور جس کی تشریح آنحضرت صلعم کے پاک الفاظ نے کی۔ اب ہم اپنے عیسائی قارئین رسالہ کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔ کہ دونوں کفاروں میں کون کفارہ

انہیں صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی پر اسلام اور عیسائیت تعلیم دادہ کلیسیا کی صداقت کا فیصلہ ہو جاتا ہے +

ہمارا اہم فرض

اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس رسول پاک صلعم کی کہ جس نے شدید سے شدید مصائب و آلام میں بھی اعلائے کلمۃ اللہ کے پھیلانے میں سعی بلیغ فرمائی۔ کچھ محبت ہے تو انہیں اپنے اعمال سے اسکا ثبوت دینا چاہئیے! اور ان لوگوں کی دل و جان سے اعانت و سنت کرنی چاہئیے۔ جنہوں نے توحید کا ڈنکا چار اکناف عالم میں بجانے کا اسوقت بیڑا اٹھایا ہوا ہے ہمارا قدم اقوام عالم میں انحطاط کیطرف ہے جس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم میں مادی دولت و حشمت کم ہو گئی ہے بلکہ برعکس اس کے اسکی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ رُوحانی مال و متاع جو کہ ہمارا اصلی اور حقیقی ورثہ تھا۔ وہ ہم میں سے مفقود ہو چکا ہے۔ قوم جس کے پاس رُوحانی خزانہ نہ ہو حقیقتاً نادار قوم ہے۔ اور اس ربانی دولت کو ہاتھ سے کھو دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس حکیم و رحیم خداوند تعالیٰ کی محبت کو جو کہ تمام نیکیوں اور علوم کا سرچشمہ ہے پس پشت ڈال دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم جذبات کی پیروی کرنے لگ گئے ہیں۔ قرون اولے کے مسلمان جو کہ ملک عرب کے لق و دق جنگلوں میں رہتے تھے۔ مادی نقطۂ خیال سے ہم سے گو زیادہ نادار تھے لیکن رُوحانی و ربانی خزانہ میں ہم سے بدرجہا زیادہ متمتع تھے! انہیں اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی۔ اور اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی برکات نازل فرمائیں اور اب بھی ہم اس کے افضال کے جاذب ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم لفظ مسلم کے حقیقی معنوں میں مسلم ہو جائیں۔ کھوئے ہوئے خزانہ پر آہ و بکا کرنا یا اظہار افسردگی میں وقت کو صرف کرنا کچھ بھی سودمند نہیں ہو سکتا۔ اب بھی وقت ہے۔ اور وقت کو غنیمت شمار کر کے اسی رُوحانی مال و متاع کو دوبارہ حاصل کرنے کی ہمیں جدوجہد کرنی چاہئیے۔ مادی ترقی آخر الذکر رُوحانی ترقی کا ایک سایہ ہی ہے۔ اور اسلام میں یہ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے +

ڈبلیو۔ کارکار (سیلون)

جواہرِ بے بہا

حدیثِ نبوی کا اقتباس

۱- اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے - کہ طبقۂ نسوان سے احسن سلوک کرو - کیونکہ وہ تمہاری مائیں ہیں - لڑکیاں اور خالائیں ہیں - جو لوگ اپنی ازواج کو زدوکوب کرتے ہیں وہ اچھا برتاؤ نہیں کرتے - اور جو عورتوں کو گمراہی کی تعلیم دیتا ہے وہ مجھ سے نہیں +

۲- عورتوں کے حقوق جو کہ شرعی ہیں - ان کی ادائیگی میں پوری نگہداشت کرنی چاہیئے

۳- دُنیا اور اُس کی تمام اشیاء قیمتی ہیں لیکن اس دنیا میں سب سے بڑھ کر قیمتی چیز ایک نیک اور پارسا بی بی ہے +

۴- اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے سے مت روکو +

۵- ایک مسلم کو اپنی بی بی سے نفرت نہیں کرنی چاہئے - اگر وہ اسکی کسی بدخصلت سے ناخوش ہو - تو اسے اسکی کسی اور خصلت سے جو اچھی ہو - خوش ہونا چاہئے +

۶- خداوند تعالے اور اسکی مخلوق کے نزدیک سب سے بڑھ کر احسن الناس تم میں سے وہ ہے جو اپنے خاندان میں بہت ہی اچھا ہے اور میں (یعنی آنحضرت ﷺ) اپنے اہل میں بہت ہی اچھا ہوں جب تمہارا دوست جائے تو اسکے عیوب مت بیان کرو

۷- اپنی زوج کو نیک مشورہ دو - اگر اس میں صلاحیت ہوگی - تو وہ اس نیک مشورہ کو جلد قبول کرلیگی - اور بیہودہ گفتگو کو چھوڑ دیگی - اور اپنی شریف بی بی کو ایک غلام کی طرح زدوکوب مت کرو +

۸- وہ سب سے بڑھ کر پورا مسلم ہے جس کی خوش طبع ہو - اور تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بی بیوں سے احسن سلوک کرتا ہے +

۹- انسان کا سب سے بڑھ کر خزانہ ایک پارسا نیک بی بی ہے +

۱۰- جب صحابہ نے بی بی کے حقوق اپنے خاوند پر آنحضرت صلعم سے دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ جب تم خود کھانا کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ - جب خود پہنو تو انکو بھی پہناؤ - ان کے چہرہ پر تھپڑ مارنے سے احتراز کرو یہاں تک کہ انکو گالی بھی مت دو اور گھر کی چار دیواری کے سوائے اپنی بی بی کو علیحدہ مت کرو +

۱۱- اپنی ازواج کے حقوق کی نگہداشت میں اللہ تعالے سے ڈرتے رہو کیونکہ درحقیقت وہ تمہاری معاون ہیں - اور تم نے انہیں اللہ تعالے کی ضمانت پر لیا ہے - اور اللہ تعالے ہی کے احکام سے وہ تمہارے لئے جائز ہیں +

(۱۲) وہ بی بی سب سے اچھی اور نمونہ بی بی ہے - جو کہ خاوند کو خوش کرتی ہے جب کہ وہ اسے دیکھتا ہے - اور اس کے ہر ایک حکم کی فرمانبرداری کرتی ہے - اور خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے مال اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زکوٰۃ وصدقات کا بہترین مصرف

انما الصدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم ۔ سورہ توبہ پارہ ۱۰ رکوع ۱۳

آیت مندرجہ بالا نے آٹھ طریق اور مصرف بتلائے ہیں۔ جن میں ہر قسم کے صدقات اور خیرات خرچ ہونی چاہیئے۔ کاش مسلمان قرآن کے ان احکامات پر چلتے اور اپنی خیرات وصدقات کو خدا کے بتلائے ہوئے مصرف میں خرچ کرتے۔ تو آج بہت سے قومی کام ان زرصدقات سے ہی طے ہو جاتے۔ مسلمانوں کی قوم۔ ایثار اور خیرات صدقات میں اب بھی کسی قوم سے پیچھے نہیں۔ صرف اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ ہی باقاعدہ طریق پر جمع ہو کر قومی کاموں کے لئے وقف ہو جائے۔ تو ہم آئے دن کے چندوں سے مطلقاً فارغ البال ہو جائیں۔ آیت مذکورہ بالا میں سب سے اول فقرا اور مساکین کا ذکر ہے لیکن اس زمانہ میں اسلام سے زیادہ فقر اور مسکینی تو کسی اور چیز پر لاحق نہیں ہو رہی۔ خود اسلام پر بحیثیت مجموعی وہ فقر اور مسکینی ہے۔ کہ اُسکے مقابل فرداً فرداً کسی فقیر و مسکین کی تلاش ایک بے ضرورت امر ہے۔ نہ معلوم وہ زمانہ ہم پر کب آویگا۔ جب ہم انفرادی مفاد اور ذاتی ضروریات کو قومی مفاد اور مذہبی ضروریات پر قربان کرنے کا سبق سیکھیں گے۔ مسلمان کاش اس راز کو سمجھیں۔ کہ فرداً فرداً محتاجوں کا تکفل کرنا قوم کو اور اپاہج اور بیکار بنانا ہے اس میں شک نہیں کہ ہر ایک زکوٰۃ دینے والے کے گرد وپیش بعض لوگ واقعی محتاج بھی ہوتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ دینے والے کو ہمیشہ یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ آیا یہ رقم صدقہ اور زکوٰۃ کہیں اس محتاج کو اور زیادہ محنت ومزدوری کرنے سے بے فکر تو نہیں کر رہی۔ اور اس میں گداگری کی عادت تو پیدا نہیں کرتی۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ صاحب زکوٰۃ ترجیحاً تر قومی مصرف محمد قوم کے مساکین کے لئے مقرر کر دینے کا عہد کریں ✣

زکوٰۃ کا ¼ حصہ اشاعت اسلام پر خرچ ہونا چاہیئے

زکوٰۃ کی تقسیم مندرجہ آیت بالا میں قرآن کریم نے بالتفصیل آٹھ شاخیں قائم کی ہیں۔ ان میں دو شاخیں یہاں قابل تذکرہ ہیں۔ مؤلفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام اور نئے مسلمانوں کی تالیف قلوب میں زکوٰۃ اور صدقات کا خرچ ہونا۔ کون نہیں جانتا کہ اشاعت و تبلیغ اسلام قریب قریب ہر ایک مسلم پر بطور ایک فرض کفایہ کے ہے۔ پھر کیوں اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ کیا اس آیت مذکورہ بالا میں کھلے الفاظ میں ان دو امور کو زکوٰۃ و صدقات کا جائز اور ضروری مصرف نہیں بتلایا گیا۔ پھر کیوں صاحب زکوٰۃ اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ چلو وہ جس طرح چاہیں اپنی زکوٰۃ کو صرف کریں۔ لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ کا چوتھا حصہ اشاعت اسلام اور نومسلمین کی تالیف قلوب کے لئے الگ کریں۔ جو صاحب زکوٰۃ ہیں۔ اور اپنے مالوں سے ہر سال زکوٰۃ الگ کرتے ہیں۔ اور اس مال میں سے اشاعت اسلام اور مؤلفۃ القلوب پر کم از کم ¼ نہیں خرچتے وہ دراصل غلطی کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں +

اسلامک ریویو کا مفت تقسیم کرانا زکوٰۃ کا ایک عمدہ مصرف ہے

اس وقت انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام بفضلہ تعالےٰ نہایت خیر و خوبی سے ہو رہا ہے۔ اس مشن کے نتائج محتاج بیان نہیں نہ اس کی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

ان چھ سالوں کے اندر بہت سے اصحاب کا دائرہ اسلام میں آجانا۔ ان نومسلموں میں تعلیمیافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلےٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں۔ اعلےٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں انمیں صاحب قلم بھی ہیں۔ جو تحریر و تقریر سے ابتغاء لوجہ اللہ مبلغانہ کام بھی کرتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ انگلستان میں زیادہ تر تصنیف و تحریر ہی کسی امر کی اشاعت کا مفید ذریعہ ہوتی ہے۔ یہی ہمارا تجربہ اشاعت اسلام میں بھی ہے۔ اور اسی طریق سے اس وقت تک کامیابی ہوئی ہے۔ اسلئے ضرورت ہے۔ کہ اسلامک ریویو ہزارہا کاپیوں کی تعداد میں

ہر ہفتہ ایک وقت مہمان پچاس نفوس کے لگ بھگ ہو جاتے ہیں - یہ طریق ازبس مفید ثابت ہوا ہے - اس خُلق محمدی کے اندر ایک جادُو ہے - جو امیر غریب ہر ایک پر یکساں اثر رکھتا ہے - فی زمانناً انگلستانی حالات کے ماتحت اور ہماری ضروریات کے لحاظ سے بھی وہ تالیف قلوب ہے - جس کا ذکر قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں آیا ہے - کہ زکوٰۃ کا ایک حصہ مُؤالفۃ القلوب کے لئے الگ کرنا چاہئے - یہ مہینہ رجب شریف کا ہے مسلمان توجہ کریں - اور اپنی زکوٰۃ کو قرآن کے ماتحت خرچ کریں - جو اس مال زکوٰۃ میں کم از کم ۱/۴ کو اشاعت اسلام کے متعلق نہیں خرچتے - وہ دراصل غلطی کرتے ہیں - اور قرآنی احکام کو پس پُشت کرتے ہیں +

اسلامک ریویو اور ہمارا لنگرخانہ

اس وقت انگلستان میں جو اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے - کیا اس سے زیادہ حقدار اس زکوٰۃ وصدقات کا کوئی اور مشن ہے - اگر ہے تو اس کا نام لو پھر کیوں آپ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے - مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کا بہترین طریق تحریر و تصنیف ہے - مبلغین اور واعظین کا مختلف جگہوں میں پھرنا چنداں مفید نہیں - بلکہ سہل اور مفید طریق یہ ہے - کہ ان ممالک میں اسلامی تحریریں کثرت سے شائع کی جائیں - پھر جب ان تحریروں کو پڑھ کر متوجہ ہوں - تو یہ متلاشیان حق مبلغین کے پاس آئیں - اور اُن کے پاس رہ کر اسلام سیکھیں +

خواجہ **کمال الدین** مسلم مشنری انگلستان

نوٹ

تمام ترسیل زر بنام شیخ **رحمتُ اللہ** صاحب امین مسلم مشن ووکنگ انگلش ویرہوس - دہلی مل لاہور ہونی چاہئے +

اشاعت اسلام بک ڈپو

کا

رعایتی اعلان

نام کتاب	قیمت کتاب	قیمت رعایتی
۶ پرچے اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء	۱۲ر	۹ر
؍؍ ؍؍ سنہ ۱۹۱۵ء	عہ ر	عہ / ار
۱۱ پرچے ؍؍ سنہ ۱۹۱۶ء	عہ / ۱۲ر	عہ / ار
براہین نیرہ	۱۲ر	۹ر
اسوہ حسنہ	۸ر	۶ر
اُم الالسنہ	۱۲ر	۹ر
لمعات انوار محمدیہ	۶ر	۴ر
خطبات غریبہ مکمل سٹ	عصر	۱۲ر
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول	۱۰ر	ار
؍؍ ؍؍ حصہ دوم	۱۰ر	ار
؍؍ ؍؍ حصہ سوم	۱۰ر	ار
بنگال کی دلجوئی	ار	۰ر
نکات القرآن حصہ اوّل	۶ر	×
؍؍ حصہ دوئم	۶ر	×
؍؍ حصہ سوئم	۸ر	×
؍؍ حصہ چہارم	۶ر	×
حدوث مادہ	۴ر	×

نام کتاب	اصل قیمت	قیمت رعایتی
ادیب النسوان	۴ر	۳ر
انشائے نسوان	۴ر	۳ر
صبر کی دیوی	۳ر	۲ر
خورشید جہاں	۴ر	۳ر
رفیق مرزا	۳ر	۲ر
زنانہ خطوط	۵ر	۴ر
لیکچر اسلام مسز اینی بسنٹ	۳ر	۲ر
مسدس حالی	۸ر	۶ر
زنانہ حساب کتاب	۱۰ر	۸ر
تعلیم الصبیان	۳ر	۲ر
مناجات بیوہ	۲ر	۱ر
رباعیات حالی	۴ر	۳ر
جام کوثر	۴ر	۳ر
راہ جنت	۳ر	۲ر
امام حسین	۴ر	۳ر
۱۶ دلچسپ کہانیوں کا مزیدار سٹ	عہ ر	۱۲ر
ناصح مشفق	۳ر	۲ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۰

نام کتاب	قیمت مع محصول	اعانتی قیمت	نام کتاب	ڈاک قیمت	قیمت مع محصول
جمع قرآن	۱۰ر	×	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳ر	۲ر
حقیقۃ المسیح	۲ر	×	لیکچر اسلام	۱ر	۰ر
تائید حق	۸ر	۶ر	جام عرفان	۱ر	[illegible]
اسرار سلیمانی مجلد . .	۶ر	۴ر	ہنر آموزی	۴ر	۳ر
التوحید	۱ر	۰ر	کھانا پکانا	۴ر	۳ر
طریق فلاح	۱ر	۰ر	انتظام خانہ داری . . .	۴ر	۳ر
مادہ فانی	۱ر	۰ر	اخلاقی کہانیاں	۴ر	[illegible]
کرشن اوتار	۱ر	۰ر	تعلیم النسوان کی پہلی کتاب . .	۲ر	[illegible]
پیغام صلح	۱ر	۰ر	" " دوسری کتاب	۳ر	۲ر
			" " تیسری کتاب	۴ر	۳ر

کتاب عسل مصفٰے

اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام و حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق مفصل مبسوط بحث ہے۔ یہ کتاب قابل دید ہے جو کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام و مہدی علیہ السلام کی آمد کے متعلق تحقیقات کرنا چاہتا ہو وہ اس کتاب کو منگا کر دیکھے۔ اسمیں بڑی قیمتی معلومات کا ذخیرہ پائیگا۔ یہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ ہر دو جلد کے ۰۰ ۸ صد صفحات ہیں + قیمت ہر دو جلد . . . للعہ ۸ر

جام عرفان نظموں کا دلچسپ مجموعہ

ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

اسرار سلیمانی مجلد ضخامت ۱۲۵ صفحہ لکھائی چھپائی و کاغذ عمدہ روحانیت پر کتب ہے ۴ر کے ٹکٹ آنے پر مفت

المشتہر خواجہ **عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور**